ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
25
www.tanzeem.org
12تا18شوال المکرم1439ھ/26جون تا2جولائی2018ء

اس شمارے میں

تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

عید سعید کا پیغام

مطالعۂ کلامِ اقبال (75)

پاکستان میں پانی کا بحران اور اس کا حل

احساسِ زیاں جاتا رہا!

افغان طالبان کا خط علمائے کرام کے نام

حدیث اور سنت رسول ﷺ

''اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ جس کی وجہ سے اسے باقی مذاہب پر فوقیت اور سبقت حاصل ہے، یہ ہے کہ انسانی زندگی کے روحانی اور مادی دونوں پہلو ایک دوسرے کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتے ہیں۔ اور بہت سی وجوہات میں سے ایک یہی وجہ تھی کہ اسلام اپنے شباب میں جہاں بھی پہنچا اُسے زبردست کامیابی ملی۔ اسلام نوعِ انسانی کے لیے پیغام لایا کہ جنت کے حصول کے لیے اس دنیا کو ترک کرنا اور اسے حقیر سمجھنا ضروری نہیں۔ اسلام کا یہی نمایاں رخ تھا جس کی وجہ سے پیغمبرِ اسلام ﷺ جو کہ پوری انسانیت کے لیے خدا کے بھیجے ہوئے معلّم اور ہادی تھے، انسانی زندگی کے دونوں پہلوؤں 'روحانی اور مادی' کا فکر رکھتے تھے۔ لہٰذا اسلام کے صحیح فہم سے یہ سوچ ہم آہنگ نہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کے احکامات برائے عبادات و روحانیت اور احکامات برائے سوسائٹی اور ہماری روزمرہ زندگی میں فرق روا رکھا جائے۔ چنانچہ یہ دلیل کہ عبادات و روحانیات سے متعلق احکامات کی ہم پیروی کریں گے لیکن سوشل اور انفرادی زندگی میں پیروی کرنے پر پابندی نہیں، یہ ایسا ہی بے اصل اور بے حقیقت خیال ہے جیسے کہ یہ اسلام مخالف تصور کہ قرآن میں بعض احکامات وحی کے اترنے کے وقت، جاہل اور کم فہم عربوں کے لیے تھے اور ایسے احکامات بیسویں صدی کے روشن طبع لوگوں کے لیے نہیں۔ یہ تو منصبِ رسالت مصطفی ﷺ کے اصل مقام کو کوتاہ بینی سے دیکھنا ہے۔''

علامہ محمد اسدؒ

قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے واقعات

سُوْرَۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 99 تا 104

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ مَنْ اَعْرَضَ
عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۝ يَّوْمَ
يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝

آیت ۹۹ ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ﴾ ''(تو اے نبی ﷺ!) اس طرح ہم سنا رہے ہیں آپؐ کو حالات اُس (زمانے) کے جو گزر چکا ہے۔''

اس طرح بذریعہ وحی پچھلی اقوام کے تفصیلی حالات حضور ﷺ کو فراہم کیے جا رہے ہیں۔

﴿وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝٩٩﴾ ''اور ہم نے آپؐ کو خاص اپنے پاس سے ذکر عطا کیا ہے۔''

ہم نے اپنے فضل خاص سے آپ ﷺ کو یہ قرآن عطا کیا ہے۔ اس میں پچھلے زمانے کی خبریں بھی ہیں اور یاددہانی اور تذکیر و نصیحت بھی۔

آیت ۱۰۰ ﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝١٠٠﴾ ''جس کسی نے اس (قرآن) سے اعراض کیا تو وہ قیامت کے دن ایک بھاری بوجھ اٹھائے گا۔''

آیت ۱۰۱ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۝١٠١﴾ ''یہ لوگ اس (کیفیت) میں ہمیشہ رہیں گے' اور ان کے لیے بہت برا ہو گا قیامت کے دن کا وہ بوجھ۔''

آیت ۱۰۲ ﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝١٠٢﴾ ''جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس دن اکٹھا کریں گے (اس حالت میں) کہ ان کی آنکھیں نیلی پڑی ہوں گی۔''

انتہائی خوف کی کیفیت میں انسان کی آنکھوں میں نیلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس دن خوف اور دہشت سے مجرموں کی آنکھیں نیلی پڑ چکی ہوں گی۔

آیت ۱۰۳ ﴿يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝١٠٣﴾ ''چپکے چپکے وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوں گے کہ تم نہیں رہے ہو (دنیا میں) مگر صرف دس دن۔''

آیت ۱۰۴ ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝١٠٤﴾ ''ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہیں گے' جب ان میں سے بہترین سمجھ بوجھ والا شخص کہے گا کہ تم نہیں رہے ہو مگر (زیادہ سے زیادہ) ایک دن۔''

اَمْثَلُ کے معنی مثالی کے ہیں' یعنی ان میں سے بہترین طریقے والا' انتہائی شائستہ' مہذب (cultured) اور سب سے زیادہ پڑھا لکھا شخص۔ یہ گویا ان کا لال بجھکڑ ہو گا جو دنیا میں بزعم خود مثالی شخصیت کا مالک اور دانشور تھا۔ یہی ترکیب قبل ازیں آیت ۶۳ میں بھی ہم پڑھ چکے ہیں۔ وہاں فرعون کا وہ بیان نقل ہوا تھا جس میں اس نے اپنے ملک کے آئین و تمدن کو ''طَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى'' قرار دیا تھا۔

یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات پر مشتمل پانچ رکوع اختتام پذیر ہوئے۔ اس سے آگے سورۃ کے اختتام تک وہی مضامین ہیں جو عام طور پر مکی سورتوں میں ملتے ہیں۔

فرمان نبویؐ

قومی عزت و آبرو کا انحصار

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِذَا كَانَ اُمَرَاءُ كُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَاءُ كُمْ سُمَحَاءَ كُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا' وَاِذَا كَانَ اُمَرَاءُ كُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَآءُ كُمْ بُخَلَاءَ كُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَآئِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا))

(رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب نیک اور لائق اشخاص تمہارے حکمران ہوں اور تمہارے مال دار لوگ محسن اور فیاض ہوں اور تمہارے اجتماعی معاملات باہم صلاح و مشورے سے طے ہوا کریں تو تمہارے لیے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے اوپر حکومت کرنے لگیں اور تمہارے مال دار کنجوس اور بخیل ہو جائیں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو اس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہو گا۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

1897ء میں یہودیوں نے Protocols of the elders of Zion کے عنوان سے ایک دستاویز تیار کی۔ اعلانیہ طور پر وہ اس کے بارے میں جو چاہیں کہیں حقیقی طور پر وہ مستقبل میں عالمی سطح پر یہودیوں کے تسلط کے لیے out lines تیار کی گئی تھیں۔ یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ بعد ازاں بڑی محنت اور جدوجہد سے اسے یعنی عالمی غلبہ حاصل کرنے کے ہدف کو بہت سے اعتبارات سے حاصل کر لیا گیا ہے۔ یہ جدوجہد ابھی جاری ہے کہ اس غلبے کو وسیع اور حتمی کیا جائے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں بلکہ بیسویں صدی کے وسط تک دنیا میں انگریز کا طوطی بولتا تھا۔ اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانے میں بھی یہودیت ایک چھپی طاقت تھی جو پس پردہ رہ کر انگریز کی قوت کو کسی قدر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی تھی۔ علامہ اقبال جیسے مفکر کا یہ کمال تھا کہ اس نے اس پوشیدہ قوت کو ڈھونڈ نکالا اور یہ کہہ کر حقیقت واضح کر دی کہ ''فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے!''۔

بہرحال آج اکیسویں صدی میں یہودیوں نے تمام مراحل انتہائی کامیابی سے طے کیے اور وہ آج یہ چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ سپریم پاور آف دی ورلڈ امریکہ کی رگِ جاں ان کے پنجہ میں ہے۔ امریکیوں کا بعض اوقات دم گھٹتا ہے تو وہ پھڑ پھڑاتے اور تلملاتے ہیں لیکن کھلم کھلا اعلانِ بغاوت کی جرأت نہیں کرتے۔ کسی صدارتی امیدوار کے لیے یہ تصور بھی ہولناک ہے کہ وہ اسرائیل کی مخالفت کرے۔ گویا امریکہ کا صدر بننے کے لیے ''اسرائیل کے تحفظ'' کو اپنی پالیسی کا بنیادی پتھر قرار دینا اور اس کی امریکہ ہی کی طرح حفاظت کرنا شرطِ اوّل ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ عالمی طاقت کا مرکز لندن سے واشنگٹن کیسے اور کیوں منتقل ہوا؟ یہودی یہ سمجھتے تھے کہ انگلستان جغرافیائی لحاظ سے چھوٹا ملک ہے۔ اس کی آبادی کم ہے۔ ان shortcomings کے ہوتے ہوئے اس کا عروج حیرت انگیز ہے۔ لیکن اسے سنبھالنا برطانیہ کے لیے ممکن نہ رہے گا۔ وہ زوال پذیر ہوگا اور مستقبل کے چیلنجز کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ دوسری طرف برطانیہ بھی اس حیثیت کو کھو دینے کو تیار نہیں تھا۔ لہٰذا یہودیوں نے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے یورپ کو جنگوں میں دھکیل دیا۔ کون نہیں جانتا کہ جنگ عظیم اوّل اور دوم میں دونوں طرف یہودی پشت پر تھے' قصہ کوتاہ' دوسری جنگ عظیم برطانیہ جیت کر بھی ہار گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب اپنی عظیم سلطنت کو سمیٹ کر صرف انگلستان کی حدود میں لانا پڑے گا۔ وگرنہ خود اس کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ یہودی سمجھتا تھا کہ اپنے اہداف کے حصول کے لیے اسے بڑے اور مضبوط کندھوں کی

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 شوال المکرم 1439ھ جلد 27
26 جون تا 2 جولائی 2018ء شمارہ 25

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-79
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ امریکہ میں سرمایہ کاری کر رہا تھا۔ اس نے امریکی جنگی صنعت میں بے پناہ سرمایہ لگایا۔ وہاں کے میڈیا کو خریدا۔ ظاہر ہے یہ سرمایہ کاری عام امریکیوں کو بھی فائدہ پہنچا رہی تھی۔ یاد رہے کہ یورپ میں صنعتی انقلاب کے ساتھ ہی وہاں سرمایہ دارانہ نظام نے اپنی جڑیں پُختہ کر لی تھیں۔ یہ نظام بھی یہودیوں کا برین چائلڈ تھا۔ اس نظام سے سرمایہ داروں کو مکمل تحفظ حاصل ہو چکا تھا۔ ردعمل میں 1917ء میں روس کا بالشویک انقلاب درحقیقت کمیونزم کی نظریاتی بنیادوں پر اٹھایا گیا تھا اور سرمایہ دارانہ نظام کے مدمقابل آ کھڑا ہوا تھا۔ اس نظریہ نے بہت جلد مشرقی یورپ کو اپنی گرفت میں لے لیا لہٰذا سوویت یونین کے علاوہ مختلف کمیونسٹ ریاستیں وجود میں آ گئیں۔

جنگ عظیم دوم کے بعد دو سپر قوتیں ابھر کر دنیا کے سامنے آئیں ایک سوویت یونین جو کمیونسٹ ممالک کو لیڈ کر رہا تھا اور دوسرا ریاست ہائے متحدہ امریکہ سرمایہ دارانہ نظام کے حامل ممالک کی سربراہی حاصل کر چکا تھا۔ امریکیوں میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ دنیا کی واحد سپر پاور یعنی سپریم پاور آف دی ورلڈ بن جائیں۔ یہودیوں نے ان کی اس خواہش کو مہمیز لگائی کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام ان کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں بڑا ممد و معاون ثابت ہو رہا تھا۔ لہٰذا ہر اس ریاست کو ٹھکانے لگانا طے ہوا جو سرمایہ دارانہ نظام کی حامل یا حمایتی نہ ہو۔ سوویت یونین ان کی ہٹ لسٹ پر سب سے اوپر تھا۔ لہٰذا اُس کے خلاف سازشیں شروع ہوئیں۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کرنے کی حماقت کا ارتکاب کیا تو امریکہ کو سنہری موقع ہاتھ لگا۔ اُس نے عالم اسلام میں جہاد کے غلغلہ سے تہلکہ مچا دیا اور دنیا کے کونے کونے سے مجاہدین کو افغانستان میں جمع کیا۔ انہیں وسائل، اسلحہ اور ٹیکنالوجی دی۔ کسی ایک امریکی فوجی کی بھی نکسیر نہ پھوٹی اور سوویت یونین شکست و ریخت سے دوچار ہو گیا۔ امریکہ نے اپنی عالمی شہنشاہیت کا اعلان کر دیا۔

امت مسلمہ جو انیسویں صدی سے حالت نزع میں تھی۔ 1924ء میں خلافت کے خاتمہ کے اعلان سے اس کا وجود ختم ہو گیا۔ اب مسلمان قومی ریاستیں تھیں جو دنیا کے مختلف حصوں میں غیروں کے کنٹرول یا زیر اثر تھیں لیکن یہودی یہ جانتا تھا کہ اسلام ایک مضبوط نظریہ اور ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ اس مردہ میں نظریہ کی پھونک یعنی کسی اسلامی ریاست کا وجود میں آ جانا یہودیوں اور سرمایہ دارانہ نظام کے لیے مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ سوویت فوج کا افغانستان سے انخلا ہوا تو وہاں افراتفری پیدا ہو گئی اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ افغان عوام وار لارڈز کے ظلم و تشدد کا شکار ہوئے، ملک میں انارکی پھیل گئی۔ امریکہ افغانستان کو اس حالت میں چھوڑ کر خطے سے نکل گیا۔ اس کا اپنا ایجنڈا تھا اور افغانستان کی یہ صورت حال امریکہ کے عزائم کی تکمیل کے لیے مفید بھی۔ فارسی کا محاورہ ہے تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ (بندہ تدبیر کرتا ہے پلاننگ کرتا ہے اور تقدیر اس پر ہنس رہی ہوتی ہے) افغانستان میں پھیلی انارکی نے ایک بندہ خدا جو دینی مدرسہ میں تدریسی فرائض ادا کر رہا تھا، اسے جھنجھوڑ دیا۔ اس مدرس کا اسم گرامی ملا عمر تھا۔ وہ اس خانہ جنگی کو ختم کرنے کے لیے شمشیر بکف ہو کر میدان میں نکلا۔ آناً فاناً شمالی افغانستان کے کچھ حصے کو چھوڑ کر سارے افغانستان پر قابض ہو گیا اور ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی --- افغانیوں کی عظیم اکثریت نے صدقِ دل سے ملا عمر کی حکومت کو قبول کیا۔ پوست کی کاشت جس سے ہیروئن جیسی غلیظ نشہ آور شے بنتی تھی یہ افغانیوں کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ ملا عمر کے ایک حکم سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ اسلحہ جسے افغانی روٹی پر ترجیح دیتا ہے وہ حکومت کو جمع کرا دیا گیا۔ جرائم اور باہمی قتل و غارت نہ ہونے کے برابر ہو گئے۔ یقیناً یہ ایسی تبدیلی تھی جس پر مستقبل کا مؤرخ حیرت میں ڈوب کر لکھے گا۔ بہرحال یہودیوں کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ نظریہ کی پھونک نے افغان قوم میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس انقلاب کو پسر اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال جو سیکولر ذہن کے مالک تھے، نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ یہ تک کہہ دیا کہ اگر ایسا انقلاب چند اور ممالک میں آ گیا تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ یہودیوں کو بھی خطرے کا مکمل ادراک ہو چکا تھا۔

لہٰذا گریٹ گیم کا آغاز ہوا۔ نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا۔ امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا۔ اسلامی حکومت کو ختم کر دیا گیا اور افغانستان میں کٹھ پتلی حکومت قائم کر دی گئی۔ ہمارے لیے صدمے کا باعث یہ بنا کہ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اُس وقت کے حکمرانوں نے افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمے میں کلیدی رول ادا کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! فتح کا جشن منایا گیا، لیکن یہ خوشی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ آنے والے حالات نے ثابت کیا کہ افغانیوں کو جنگ میں شکست نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک لڑائی میں انہوں نے سٹرٹیجی کے طور پر پسپائی اختیار کی تھی۔ انہوں نے اپنی طاقت کو دوبارہ مجتمع کیا اور غیر ملکی قابض فوجوں کے خلاف گوریلا جنگ شروع کر دی۔ گزشتہ سترہ سالوں میں سپریم پاور آف دی ورلڈ کو نہ صرف آگے بڑھنے سے

روک دیا بلکہ ایک دنیا گواہ ہے کہ افغانستان کے بہت سے حصے پر انہیں کنٹرول حاصل ہو چکا ہے اور بہت سا حصہ اُن کے زیر اثر ہے۔ ان سترہ سالوں میں امریکہ نے 43 دوسرے ممالک کے تعاون سے افغان طالبان کے خلاف ہر حربہ آزما لیا ہے لیکن اُسے ہر سطح پر ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ اب امریکہ کے علاوہ باقی ممالک تو مایوس ہو کر اپنی افواج کو افغانستان سے واپس بلا چکے ہیں لیکن سپریم پاور آف دی ورلڈ کے لیے ناک کا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اس نے خود کو افغانستان میں قائم کردہ اپنے فوجی اڈوں میں مقید کر لیا ہے۔ اس کے فوجی اب کھلے میدان میں افغان حریت پسندوں کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ جہاں اور جب ضرورت محسوس کرتے ہیں فضائی حملوں سے کام چلاتے ہیں۔ اب امریکہ میدان جنگ سے مایوس ہو کر سازشوں کا جال بچھا رہا ہے۔ دنیا بھر میں اپنے ایجنٹوں اور تنخواہ دار دانشوروں کے ذریعے جہاد کے حوالے سے گمراہ کن خیالات پھیلا رہا ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ اسلام میں جہاد کے مسئلے کو متنازع بنا دے۔ بدقسمتی سے مسلمان ممالک کی اکثریت خصوصاً حکمران اس کے ہمنوا بن چکے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے مذہبی اور مسلکی اختلافات سے فائدہ اُٹھا کر یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ افغان طالبان جہاد نہیں کر رہے بلکہ انتشار اور فساد پھیلا رہے ہیں۔ امریکہ بہت وسیع پیمانے پر مسلمان ممالک میں علماء اور مذہبی دانشوروں کی ایسی کانفرنسز شروع کروا چکا ہے۔ جن میں جہاد کے حوالے سے ایسی گفتگوئیں ہوں گی جس سے اس کے مؤقف کو تقویت پہنچے۔ لیکن افغان طالبان بھی ہر محاذ پر اُس کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے دنیا بھر کے علماء، دانشوروں، مدارس کی انتظامیہ اور اسلامی جماعتوں کے نام ایک خط لکھ کر انہیں الرٹ کیا ہے کہ وہ امریکہ کی ان کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے ایسی کانفرنسوں کا بائیکاٹ کریں۔ (یہ خط ندائے خلافت میں شائع کر دیا گیا ہے) انہوں نے علماء سے درخواست کی ہے کہ اگر آپ اس کانفرنس میں اس نیت سے شرکت کریں گے کہ ہم حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیں گے تو امریکہ میڈیا پر حق کی بنیاد پر کہی ہوئی باتوں کو دبا دے گا اور میڈیا پر تاثر یہ دیا جائے گا کہ متفقہ طور پر شرکاء نے جہاد اور خصوصاً افغانستان میں ہونے والے جہاد کو غیر شرعی اور غیر اسلامی قرار دیا ہے۔ انڈونیشیا اور کابل میں یہ کانفرنسز منعقد ہوئی ہیں۔ وہاں بہت سے علماء نے کلمہ حق کہا، لیکن یہ بات کانفرنس روم سے باہر نہیں نکالی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ افغان طالبان امریکہ اور یہودیوں کی اس خواہش کو کہ وہ گلوبل تسلط حاصل کر لیں، کی مزاحمت کر رہے ہیں اور وہ کسی حد تک ان کے راستے کی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اہل پاکستان کو اس حقیقت کا ادراک ہونا چاہیے کہ افغان طالبان نے نہ صرف افغانستان میں امریکیوں کے عزائم کو ناکام بنایا ہے بلکہ امریکیوں کے اس ایجنڈے کو کم از کم فی الحال روک دیا ہے، جس کا ذکر مرحوم حمید گل نے ان الفاظ میں کیا تھا: ''نائن الیون بہانہ، افغانستان ٹھکانہ اور پاکستان نشانہ''۔ مسلمانان پاکستان کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ایٹمی پاکستان کو یہودی کبھی قبول نہیں کریں گے۔ افغانستان میں امریکی قبضے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ پاکستان کی بغل میں بیٹھ کر پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کو تباہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ تحریک طالبان پاکستان (TTP) کے ذریعے پاکستان میں دہشت گردی کروانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ پاکستان میں شام جیسی صورت حال پیدا کر کے پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ آخر میں دو باتیں ہم دوٹوک انداز میں واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ پہلی یہ کہ قرآن اور سنت سے جہاد کی جو اہمیت اور حیثیت ہمارے سامنے آتی ہے اس سے ہر مسلمان کا یہ فرض بنتا ہے کہ جہاد کی حیثیت کو کم تر کرنے کی ہر کوشش کا مردانہ وار مقابلہ کرے اور دوسری یہ کہ طاغوتی قوتوں نے اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو افغانستان پر حملہ کر کے ایک اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا تھا اور اسلام دشمن ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے ایک کٹھ پتلی حکومت قائم ہوئی ہے اس کے خلاف اور اسلامی حکومت کی بحالی کے لیے افغان طالبان کا جہاد یقیناً جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس حوالہ سے کنفیوژن پیدا کرنے کی تمام کوششوں کو ناکام بنانا ایک سچے مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ مزید برآں عالم اسلام خصوصاً مسلمانان پاکستان کو سوچنا چاہیے کہ اگر افغان طالبان بے سروسامانی کی حالت میں اور جدید ٹیکنالوجی اور اسلحہ نہ ہونے کے باوجود امریکی کندھوں پر سوار یہودیوں کے گلوبل تسلط حاصل کرنے کے ایجنڈے کے راستے میں اپنی بساط کے مطابق حائل ہو سکتے ہیں تو مسلمانان پاکستان یہ فریضہ بہتر انداز میں کیوں ادا نہیں کر سکتے؟ حقیقت یہ ہے کہ افغان طالبان جس طرح سپریم پاور آف دی ارتھ کے خلاف ہر میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں اور جس طرح میدان جنگ میں اِس عالمی قوت کے دانت کھٹے کیے ہیں اُن پر علامہ اقبال کا یہ مصرعہ خوب منطبق ہوتا ہے

تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

آیئے! ہم اللہ پر بھروسا کر کے امریکی کندھوں پر سوار یہود کے عالمی غلبہ اور تسلط کے ایجنڈے کے خلاف میدان عمل میں نکلیں، تا کہ اُن کے تمام پروٹوکولز ناکام ہو جائیں۔ ان شاء اللہ

عید سعید کا پیغام

مسجد دار السلام جناح باغ لاہور میں ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن محترم عارف رشید حفظہ اللہ کے 16 جون 2018ء کے خطبہ عید الفطر کی تلخیص

مرتب: ابو ابراہیم

حضرات محترم! رمضان المبارک ہم سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑا تحفہ ہے۔ اس دفعہ جس تیز رفتاری کے ساتھ رمضان گزرا ہے، اس سے پہلے مجھے اس کا تجربہ نہیں تھا۔ یہی معاملہ ہماری زندگی کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں اس لیے بھیجا ہے تاکہ: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ ''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔'' (الملک:2)

یہ سلسلہ موت و حیات اللہ تعالیٰ نے اس لیے قائم کیا تھا تاکہ وہ ہمیں آزمائے، ہمیں پرکھے اور واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جو احادیث قربِ قیامت کے حوالے سے وارد ہوئی ہیں ان میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ وقت انتہائی تیز رفتاری سے گزرے گا۔ ہفتہ یوں گزرے گا جیسے دن گزرا ہے، اسی طرح مہینے ہفتوں کی طرح اور سال مہینوں کی طرح گزریں گے۔ لیکن اس ماہ رمضان کے گزرنے کے بارے میں تو احساس یہ ہوتا ہے کہ اس میں شاید دو سے تین دن ہی ہمیں ایسے مل سکے ہیں جن میں ہم نے دن میں روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ رات کو اللہ کی عبادت بھی کی ہے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

یہ وقت جس تیزی سے گزر رہا ہے اور عمر جس رفتار سے گھٹ رہی ہے، یہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ قرآن میں اسی تیز رفتاری سے گزرتے ہوئے وقت کی قسم کھائی گئی ہے۔

﴿وَالْعَصْرِ ۝۱﴾ ''زمانے کی قسم ہے۔''

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲﴾ ''یقیناً انسان خسارے میں ہے۔''

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳﴾ ''سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

اس ماہ مبارک کے روزے آپ نے بھی رکھے میں نے بھی رکھے لیکن جو روزے کا حاصل ہے کیا وہ ہمیں حاصل ہوا؟ کیونکہ روزے کا اصل حاصل تو تقویٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۸۳﴾ ''اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔'' (البقرہ:183)

تقویٰ کا مطلب ہے خدا خوفی۔ انسان ہر عمل کرنے سے پہلے یہ سوچے کہ میرا رب، میرا خالق اور مالک کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ میں کسی حرام میں منہ نہ مار بیٹھوں۔ خلاف شریعت کسی کام کے اندر ملوث نہ ہو جاؤں۔ اگر تو یہ تقویٰ ہمیں مل سکا ہے تو واقعتاً ہمارے روزے اللہ کے ہاں مقبول ہیں۔ ورنہ صبح سے شام تک بھوک اور پیاس آپ نے بھی برداشت کی میں نے بھی کی۔ تقریباً سولہ گھنٹے کا روزہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال ٹھہرایا ان کو بھی اس دورانیہ میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے اوپر حرام قرار دیا۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا''۔

اس لیے کہ روزے کی اصل غرض وغایت تقویٰ ہے، اگر وہ نہیں حاصل ہوا تو پھر یہ روزہ جس میں بھوکا پیاسا رہنا تو یقیناً انسان نے برداشت کیا ہے لیکن اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: ''جو شخص (روزہ رکھ کر) جھوٹی بات بنانا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ محض اپنا کھانا پینا چھوڑ دے''۔ (سنن ابی داؤد)

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں اللہ نے قرآن نازل کیا ہے۔ رمضان المبارک تو گزر گیا لیکن ہمارے لیے دو اسباق چھوڑ گیا۔ یعنی دو سبق ہیں جو رمضان سے ہمیں حاصل ہوتے ہیں۔ ایک اپنے نفس کو کنٹرول کرنا۔ نفسانی خواہشات عام طور پر انسان کو پستی کی طرف کھینچتی ہیں، گناہوں کی ترغیب دیتی ہیں جیسے قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''یقیناً (انسان کا) نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے'' (یوسف:53)

اب جو شخص اپنے نفس کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو گیا تو آخرت میں اس کی کامیابی کی ضمانت قرآن دے رہا ہے۔

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝۴۰﴾ ''اور جو کوئی ڈرتا رہا اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے (کے خیال) سے'' ''اور اُس نے روکے رکھا اپنے نفس کو خواہشات سے۔'' ﴿فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝۴۱﴾

"تو یقیناً اُس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔" (نازعات:40)

یعنی وہ شخص جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو لگام دے کر رکھی، حرام چیزوں اور گناہوں سے خود کو بچایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے ہر شخص اس حوالے سے اپنا جائزہ بھی لے اور آئندہ زندگی میں بھی یہ عہد کرے کہ تقویٰ کی جو رمق ہمیں اس ماہ رمضان سے حاصل ہوئی ہے اسے سال کے باقی گیارہ ماہ قائم رکھیں گے۔ اسی طرح دن کے روزے اور رات کے قیام سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہم قرآن سے اپنا رشتہ استوار رکھیں۔ جس طرح رمضان میں ہم نے قرآن کے ساتھ اپنا تھوڑا بہت وقت گزارا ہے اسی طرح سال کے باقی گیارہ مہینے بھی قرآن کے ساتھ کچھ نہ کچھ وقت گزاریں، اسے اپنا راہبر و راہنما بنائیں۔ کیونکہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ روزہ اور قرآن دونوں اس شخص کے لیے روزِ محشر سفارش کریں گے جس نے دن میں روزے کے تقاضوں کو پورا کیا اور رات میں قرآن کے ساتھ وقت گزارا۔ یعنی تقویٰ کے حصول کی کوشش کی، اپنے گناہوں پر توبہ تائب ہوا تو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی شفاعت کو قبول فرمالے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس ماہ رمضان سے جو سبق ہمیں حاصل ہوا اس پر عمل بھی کریں۔ کچھ معلوم نہیں کہ اگلے سال ہماری زندگی میں رمضان آئے گا بھی یا نہیں۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے کچھ اعزہ و اقارب پچھلے رمضان میں تو ان کے ساتھ تھے مگر اس رمضان میں وہ نہیں تھے۔ موت کا وقت اللہ کے ہاں معین ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں۔ ہمیں جس چیز سے خبردار رہنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ کم از کم ہمیں موت کے لیے تیاری کی حالت میں رہنا چاہیے۔ معلوم نہیں کب موت آجائے۔ اس صورت میں کم سے کم ہماری زندگی کا رخ صحیح ہونا چاہیے۔ ہم جانتے بوجھتے کسی حرام کام میں ملوث نہ ہوں، ہماری زندگی میں وہ چیزیں شامل نہ ہوں جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے خلاف شریعت قرار دی ہیں۔

چند باتیں ملکی حالات کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا۔ یہ ملک خداداد پاکستان جس میں ہم سانس لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا تحفہ ہے۔ آپ میں سے اکثر جانتے ہوں گے کہ پاکستان 27 رمضان کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔ جس طرح قرآن حکیم نازل ہوا ہے۔ تو اسی شب اللہ تعالیٰ نے اس پاکستان کو بھی نازل فرمایا۔ اس لیے کہ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اے پروردگار! ہمیں انگریز اور ہندوؤں کی دہری غلامی سے نجات فرما اور ہمیں ایسا خطہ ارضی عطا فرما جہاں ہم اپنے دین کا بول بالا کرسکیں، تیرے نظام دین کو قائم کرسکیں۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم نے کوئی پیش رفت کی ہوتی، ہم نے پسپائی اختیار کی۔ ہماری معیشت کے رگ وپے کے اندر سودی معیشت رچی بسی ہے۔ اسی طرح ہمارے جو آئینی تصورات ہیں وہ اسلام سے متصادم ہیں۔ ہمارا جو معاشرتی نظام ہے اس میں سب کو معلوم ہے کہ کس تیزی سے مغربیت کا غلبہ ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ اب بے حیائی اور بے حجابی تک پہنچ گئے ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ ہمارا معاملہ اللہ کے غیض وغضب کو دعوت دینے کے مترادف ہو۔ اس وقت پاکستان کے جو حالات ہیں، عالمی سطح پر اس کے خلاف جو کھچڑی پک رہی ہے اس کے مطابق ہم زیر اعتاب آئے ہوئے ہیں۔

اب سیاسی دنگل بھی ہونے والا ہے۔ عام انتخابات قریب ہیں۔ اس بات کو بھی ذہن میں رکھیے کہ یہ ووٹ ایک بہت بڑی امانت ہے۔ ہماری قومی، ملی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ایسے نمائندوں کو ووٹ نہ دیں جو دینی، ملی اور اخلاقی تقاضوں کو پورا نہ کرتے ہوں۔ ہمارے ہاں سیاست میں جو برادری سسٹم ہے اس سے کھوٹے اور کھرے کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے گریز کرنا چاہیے۔ اسی طرح ووٹ کو خریدنا اور بیچنا تو گویا ضمیر فروشی کے مترادف ہے۔

عالم اسلام کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔ شام کے جو مہاجرین ہیں، غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے، مسلم خواتین اور بچوں پر جس طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، برما میں روہنگیا مسلمانوں پر جو بیت رہی ہے، یہ سب حالات رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں۔ خوشی کے ان لمحات میں ان مظلوم مسلمانوں کی بے بسی کو بھی فراموش نہ کریں۔ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ یہاں امن ہے لیکن ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ امن ہمیشہ رہے گا۔ کچھ عجب نہیں کہ کل یہاں بھی وہی حالات پیش آجائیں۔ ان لوگوں کو بھی دور دور تک کہیں خیال نہیں تھا کہ ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہوگا اور ہم اپنے ہنستے بستے گھروں کو یہاں سے چھوڑ کر رخصت ہوں گے۔ اللہ نہ کرے کہ ہمارا یہ معاملہ ہو لیکن یہ کہ عید کی ان خوشیوں کے لمحات میں اور خاص طور پر جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے تو وہ دعائے نیم شب میں ان بھائیوں کو یاد رکھیں جن پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

ہوگیا مانند آب ارزاں مسلمان کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

جس طرح ہر روز لاکھوں کی تعداد میں مسلمان تہ تیغ کیے جا رہے ہیں، جس طرح مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا جا رہا ہے، جس طرح مسلمانوں کی پوری پوری بستیاں اُجاڑی جا رہی ہیں، پورے پورے شہر خالی کیے جا رہے ہیں، یہ دردناک مناظر تاریخ نے پہلے کبھی دیکھے نہ ہوں گے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾ "بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب" (روم:41)

آج اس دھرتی پر جو بہت بڑا فساد رونما ہو چکا ہے یہ دراصل انسانوں کے اپنے کرتوتوں اور اپنی سیاہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔ ہم پاکستانی مسلمانوں نے بھی اللہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں دبا لیے گئے تھے، تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اُچک لے جائیں گے تو اللہ نے تمہیں پناہ کی جگہ دے دی اور تمہاری مدد کی اپنی خاص نصرت سے اور تمہیں بہترین پاکیزہ رزق عطا کیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔" (الانفال:26)

ہمیں بھی یہ ملک اللہ نے اس وعدے پر عطا کیا تھا کہ ہم یہاں اللہ کا دین قائم کریں گے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم شکر گزاری کا تقاضا پورا کرتے ہوئے یہاں اللہ کا دین قائم و نافذ کرتے مگر ہم نے جانتے بوجھتے وعدہ خلافی کی۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف بے روزگاری، غربت و افلاس کی وجہ سے خاندان خودکشیاں کر رہے ہیں اور دوسری طرف ایک دہشت اور خوف کی فضا ہے جو ہر وقت ہمارے اوپر طاری رہتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری اس ناشکری کا ہی نتیجہ ہے جس میں ہم مجموعی طور پر گرفتار ہو چکے ہیں اور واقعتاً یہ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شکر گزاری کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس ماہ رمضان سے جو کچھ ہمیں حاصل ہوا ہے اس کو ہم سال کے باقی گیارہ مہینے بھی اپنائے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر گناہ اور حرام کام سے ہر لمحہ بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

سیاسیاتِ حاضرہ 5

19 آہ از قومے کہ چشم از خویش بست ... دل بہ غیر اللہ داد، از خود گُسست

آج کے مسلمانوں پر صد افسوس! کہ انہوں نے اپنے آپ (اپنے شاندار ماضی اور مستقبل) سے آنکھیں بند کرلی ہیں، غیر اللہ سے دل لگالیا ہے اور خودسری اختیار کرلی ہے

20 تا خودی در سینۂ ملّت بمرد ... کوہ کاہی کرد و باد او را ببرد

(جو قوم اپنی خودی سے غافل ہو جاتی ہے) اس کی خودی مرجاتی ہے اس کا وجود پہاڑ سے اپنے آپ کو تنکا بنا دیتا ہے اور تنکے کو (بالا دست اقوام کے غارت کرنے والے منصوبوں کی) ہوا اڑا لے جاتی ہے

21 گرچہ دارد لا اِلٰہ اندر نہاد ... از بطونِ او مسلمانے نزاد

اگرچہ اس قوم کی اجتماعی فطرت میں 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' پوشیدہ ہوتا ہے تاہم اس کی ماؤں کے پیٹ سے کوئی (مردِ حُر، دیدہ ور اور زندہ ضمیر) مسلمان پیدا نہیں ہوسکتا

22 آنکہ بخشد بے یقیناں را یقیں ... آنکہ لرزد از سجودِ او زمین

ایسا (مردِ حر، دیدہ ور اور زندہ ضمیر) مسلمان کہ جو بے یقینوں کو یقین بخش دے اور جس کے سجدوں (اسلام سے محبت) سے زمین لرز اُٹھے

23 آنکہ زیرِ تیغ گوید لا اِلٰہ ... آنکہ از خونش بروید لا اِلٰہ

ایسا (دیدہ ور اور زندہ ضمیر) مسلمان کہ جو دشمنوں (سیکولرازم) کے ساتھ جنگ میں تلوار کے نیچے بھی 'لا اِلٰہ' کہہ سکے اور جس کے خون سے 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' کی فصل اُگ سکے

19۔ افسوس صد افسوس کہ (ایسی ننگِ دین قیادت کے زیر اثر) اس قوم نے اپنے شاندار اور قابل رشک تابناک ماضی سے آنکھیں بند کرلی ہیں۔ نظامِ تعلیم غیروں کے ہاتھ میں دے دیا ہے، اسلاف کے تذکروں سے یہ اب نابلد ہیں، قرآن سے ہجر اختیار کرلیا ہے۔ بقول علامہ اقبال اسلاف کے مقابلے میں آج کا مسلمان کیا ہے؟

وہ معزّز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قوم کسی تنظیم سے عاری ایک آوارہ قوم ہے اور بے مقصدیت کا شکار ہے۔

20۔ جو قوم اپنی خودی سے غافل ہوجاتی ہے اپنی تاریخ بھلا دیتی ہے اس کی خودی مرجاتی ہے۔ اپنی تاریخ کو پیش نظر رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی فرد کا 'حافظہ' یا آج موبائل فون کی MEMORY۔ تاریخ بھلا دو یا MEMORY ختم ہوجائے تو قوم بے لنگر کا جہاز یا کٹی ہوئی پتنگ بن جاتی ہے۔ نظریاتی قوت سے قوم پہاڑ ہوتی ہے۔ خودی کی موت سے پہاڑ سے پرِ کاہ اور کٹی ہوئی پتنگ بن جاتی ہے۔ دنیا میں دشمن اور غالب اقوام کے غارت کردینے والے منصوبے ایسی قوم کو کھا جاتے ہیں اور ختم کردیتے ہیں۔ بقول اقبال ع

جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی

21۔ آزاد قومیں غیروں کی غلامی میں کیوں چلی جاتی ہیں اس کی وجہ نظریاتی تشخص کا زائل ہونا اور خودی کی موت ہے۔ مسلمان آج مغربی منحوس استعمار کے غلام چلے آرہے ہیں کہ مدرسہ و میخانہ (میڈیا) اور سرکاری تعلیمی نظام کہیں سے بھی 'خودی' کی تعلیم نہیں دی جارہی ہے بلکہ یہ سب 'ادارے' قوم کی رہی سہی خودی کو کچل رہے ہیں۔ ایسی قوم کے اجتماعی ضمیر میں 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' موجود ہو بھی تو ایسی قوم کی مائیں کسی محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور کسی طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کو جنم دینے سے قاصر ہوتی ہیں کہ تہذیبی و ثقافتی ماحول ہی سازگار نہیں ہوتا۔

22۔ ایسے آزادی پسند مردِ حُر، دیدہ ور اور باضمیر انسان جو اپنے کردار سے بے یقینی کے صحراء میں بھٹکتی قوم کو یقین کی ٹھنڈی ہوا دے سکیں اور قوم کی نظریاتی بنیادوں پر از سرِ نو تعمیر کر کے باطل یعنی صیہونی مغربی استعمار کے خلاف صف آرا کرسکیں قوم کی خودی کو حیاتِ تازہ دے سکیں ایسے تربیت یافتہ افراد قوم کے سامنے آسکیں جن کے چہرے سجدوں کو نور سے منوّر ہوں اور زمین ان سجدوں سے لرز جائے۔

23۔ ایسے مردانِ حُر اور آزادی کے متوالے باضمیر انسان ہی اس اعلیٰ کردار کے مالک ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کے فروغ کے لیے ہمہ تن اور ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں۔ جان و مال لگانے میں مخالفوں سے جنگیں مول لیتے ہیں اور کبھی مغلوب ہوں تو تیغوں کے سائے میں اور گردن کٹتے ہوئے بھی 'لا اِلٰہ اِلا اللہ' کا نعرۂ مستانہ بلند کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی جانوں کے صدقے اور خون کے بہنے سے وہ جانثار ساتھی پیدا ہوتے ہیں جو حق کو غالب کردیتے ہیں اور آزادی لے کر رہتے ہیں۔ آزادی اور حریّت کا چرچا ہوجاتا ہے اور انسانیّت سکھ کا سانس لیتی ہے۔

چیف جسٹس اگر کالا باغ ڈیم کے حوالے سے کوئی تاریخی فیصلہ سنا جاتے ہیں تو گویا وہ ایسا کام کر جائیں گے کہ قیامت تک لوگ انہیں دعائیں دیتے رہیں گے: ڈاکٹر ابراہیم مغل

ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق 2025ء تک پاکستان میں زراعت تو دور کی بات ہے پینے کے لیے بھی صاف پانی نہیں ہوگا: رضاء الحق

میزبان: وسیم احمد

پاکستان میں پانی کا بحران اور اس کا حل کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: بھارت سندھ طاس معاہدے کی مسلسل خلاف ورزی کرتے ہوئے ڈیم پر ڈیم بنا رہا ہے۔ کیا پانی کے اس مسئلے پر انڈیا پاکستان جنگ کا امکان ہے؟

ابراھیم مغل: پانی بعض اوقات خوراک سے بھی زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں 2 کروڑ 70 لاکھ افراد ایسے ہیں جنہیں بنیادی ضروریات میں پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں اور اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ جب 1947ء میں پاکستان بنا تھا تو اس وقت ہر پاکستانی کو سالانہ اوسطاً 5000 کیوبک میٹر پانی دستیاب تھا۔ آج یہ مقدار کم ہو کر صرف 850 کیوبک میٹر رہ گئی ہے۔ میں واضح کر دوں کہ انٹرنیشنل سٹنڈرڈ کے مطابق اگر کسی ملک میں فی کس پانی کی مقدار 1000 کیوبک میٹر سے کم ہو جائے تو اس کو ایسا قحط زدہ ملک قرار دیا جا سکتا ہے جہاں گویا انسانی زندگی خطرے میں ہے۔ اس لحاظ سے ہم دنیا کے ان 27 ممالک میں شامل ہو چکے ہیں جو اس وقت قحط زدہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق پینے کے لیے پانی ایسا استعمال کرنا چاہیے جس میں بو، رنگ اور ذائقہ کوئی نہ ہو۔ ایسا پانی ہی انٹرنیشنل معیار کے مطابق تازہ پانی کہلاتا ہے۔ دنیا میں خشکی 25 فیصد ہے اور پانی 75 فیصد ہے لیکن اس 75 فیصد پانی میں سے صرف 4 فیصد پانی تازہ ہے جو پینے کے قابل ہے۔ پاکستان میں سال میں اوسطاً 90 دن بارشیں ہوتی ہیں، برف پڑتی ہے اور پھر گلیشیئرز پگھلتے ہیں تو اس سے ہمیں تازہ پانی حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہم اس پانی کو نہیں سنبھالتے اور اسے سمندر کی نذر کر دیتے ہیں تو یہ کفران نعمت بھی ہے۔ ہمارے پاس تربیلا، منگلا، غازی بروتھا، چشمہ وغیرہ ڈیموں میں صرف 30 دن کے لیے پانی جمع ہوتا ہے۔ جبکہ بھارت 220 دن تک کے لیے پانی ذخیرہ کر سکتا ہے۔ حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین ہمیں سکھاتا ہے کہ پانی احتیاط اور ترتیب سے استعمال کرو مگر بھارت ہم سے اس معاملے میں آگے ہے۔ فرض کریں اگر بھارت میں 220 دن کے لیے بارش نہیں ہوتی تو وہاں تازہ پانی کے حوالے سے مسئلہ نہیں بنے گا۔ لیکن ہمارے ہاں اگر 30 دن تک بارش نہ ہو تو پانی کا ذخیرہ ختم ہو جائے گا۔ ظاہر ہے اگر ہم بھوکے پیاسے مریں گے، صنعت اور زراعت کے بحران کی وجہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

سے مریں گے تو جنگ نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے۔ کیونکہ تنگ آمد بجنگ آمد اور اس صورت میں ہم نے جو ایٹم اور جو میزائل تیار کیے ہیں وہ بھی استعمال ہوں گے۔ کیونکہ مرتا کیا نہ کرتا۔ ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ آبی بحران کی وجہ سے کپاس اور چاول جیسی فصلیں نہیں ہو رہی۔ اگر ہمارے پاس ڈیموں میں پانی ہوتا تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔ ستلج، راوی، بیاس تو 1961ء میں بھارت نے ایوب خان سے خرید لیے اب باقی تین دریاؤں، سندھ، جہلم اور چناب پر بھی بھارت کی آبی دہشت گردی اسی طرح جاری رہی اور ناجائز ڈیم بنتا رہا تو ہمارے پاس آخر میں جنگ کے سوا کوئی آپشن نہیں بچے گا۔

سوال: جنگ سے کم تر لیول دوسرے حل بھی ہیں لیکن جب بھی پاکستان اس مسئلے کو لے کر کسی فورم پر جاتا ہے تو اس کی شنوائی نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

رضاء الحق: پاکستان میں پانی کا مسئلہ بہت گھمبیر مسئلہ ہے۔ بلکہ ہمارے چند بڑے مسائل میں سے پانی کا مسئلہ ایک ہے۔ کیونکہ بہت ساری رپورٹس یہ بھی کہتی ہیں کہ 2025ء تک پاکستان میں زراعت تو دور کی بات پینے تک کے لیے صاف پانی نہیں ہوگا۔ پانی کے اس بحران کی مختلف وجوہات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک قومی سطح پر کوئی مربوط واٹر پالیسی نہیں بنائی کہ پانی کو کس طرح استعمال کرنا چاہیے، تقسیم کس طرح کرنا چاہیے، کن کن ذرائع سے اس کو حاصل کرنا چاہیے اور پھر ذخیرہ کس طرح کرنا چاہیے۔ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق اس وقت پاکستان میں صرف 150 بڑے ڈیم ہیں جبکہ بھارت میں 4200 ڈیم ہیں اور چین اب تک 22000 ڈیم بنا چکا ہے۔ حالانکہ بحیثیت مسلمان ہمیں غیر مسلموں سے اس معاملے میں آگے ہونا چاہیے۔ ہمارے نبی ﷺ نے بھی ہمیں راہنمائی دی ہے کہ اگر آپ دریا کے کنارے بھی بیٹھے ہوں تو وضو کے لیے کم سے کم پانی استعمال کریں۔ اس لیے کہ تمام قدرتی عناصر میں سے پانی اہم ترین عنصر ہے، اس سیارے پر حیات ممکن ہی پانی کی وجہ سے ہے۔ جہاں تک آپ بھارت کی بات کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہمارا سندھ طاس معاہدہ موجود ہے۔ اگرچہ اس میں یہ تو نہیں لکھا ہوا کہ بھارت پاکستانی دریاؤں پر ڈیم نہیں بنا سکتا لیکن کچھ پیشگی شرائط تھیں جن کا ضامن ورلڈ بینک بنا تھا۔ ان میں دو اہم شرائط یہ تھیں کہ بھارت پاکستانی دریاؤں پر کوئی بھی ڈیم بنانے سے پہلے پاکستان کو جگہ کا معائنہ کروائے گا اور اگر پاکستان اس کے ڈیزائن سے متفق ہوگا تو پھر وہ ڈیم بنے گا۔ دوسرا یہ کہ وہ پانی ایسے نہیں روکے گا کہ پانی کا بہاؤ متاثر ہو جائے۔ جب بھارت نے کشن گنگا ڈیم بنانا شروع کیا تو پاکستان ورلڈ بینک میں اپیل لے کر گیا کہ ایک ثالثی عدالت بنائی جائے جو یہ تعین کرے کہ آیا بھارت نے سندھ طاس معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں کی۔ جبکہ بھارت نے غیر جانبدار ایکسپرٹ کا مطالبہ کیا۔ ورلڈ بینک نے دونوں باتیں مان لیں۔ لیکن پھر بھارت نے پینترا بدلتے ہوئے

اعتراض کیا کہ یہ دونوں پراسس متوازی طور پر نہیں چل سکتے کیونکہ اس سے لیگل پراسس میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ ورلڈ بینک نے یہ بات بھی مان لی اور وقتی طور پر اپنی کارروائی ملتوی کرتے ہوئے کہا کہ دونوں فریق آپس میں معاملات طے کرلیں۔ جب معاملات طے نہیں ہوئے تو پاکستان جنوری 2018ء میں دوبارہ ورلڈ بینک کے پاس گیا۔ اب ورلڈ بینک تو پاکستان کے موقف کو تسلیم کرتا ہے لیکن دوسری طرف انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس نے بھارت کو ڈیم بنانے کی اجازت دے رکھی ہے۔ پاکستان کی شنوائی اس لیے نہیں ہو رہی کہ پاکستان کی جانب سے اپنے کیس کی صحیح طریقے سے پیروی نہیں کی گئی۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو ہمارے بعض لوگ شاید دوسرے فریق کے ساتھ ملے ہوتے ہیں اور دوسرا یہ کہ جن لوگوں کو اس کیس کی پیروی کے لیے بھیجا جاتا ہے وہ وہاں جا کر چھٹیاں مناتے ہیں، سیر و تفریح کرتے ہیں لیکن کیس کے حوالے سے سنجیدہ حکمت عملی اختیار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ورلڈ بینک کی ثالثی بھی اس حوالے سے مشکوک ہو چکی ہے۔ کیونکہ ورلڈ بینک بھی اب یہ کہہ رہا ہے کہ پاکستان بھارت کے خلاف جو کارروائی چاہتا ہے ورلڈ بینک کے پاس اس کا اختیار نہیں ہے کیونکہ ورلڈ بینک صرف تجاویز دے سکتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا۔ گویا ورلڈ بینک سمیت ایک ایک کر کے تمام بین الاقوامی ادارے پیچھے ہٹ رہے ہیں اور ان کا جھکاؤ بھارت کی طرف ہو رہا ہے۔ ان حالات میں صرف ایک ہی حل بچتا ہے کہ پاکستان اپنے طور پر ایک واٹر پالیسی بنائے اور اس پر عمل درآمد کرے۔

سوال: بھارت تو جو کر رہا ہے سو کر رہا ہے لیکن خود پاکستان میں کاہلی اور نااہلی ایسی دو بڑی وجوہات ہیں جو پانی کے بحران کا باعث بن رہی ہیں؟

ابراہیم مغل: ہمارے اپنے اندر جو کمزوری ہے اسے قوم کے سامنے بیان کرنا چاہیے تاکہ ہمارا آنے والا کل گزرے ہوئے کل کی نسبت محفوظ ہو جائے۔ جس علاقے میں بارشیں ہوتی ہیں، برف پڑتی ہے اور وہاں گلیشیئر ز ہوتے ہیں اُسے کیچمنٹ ایریا کہا جاتا ہے۔ وہاں سے پانی چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کے ذریعے دریا کی شکل اختیار کرتا ہے۔ سندھ طاس معاہدے کی رو سے دونوں ملکوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ایریا میں کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے پانی کا بہاؤ متاثر ہو یا اس کا رخ بدل جائے۔ معاہدے کی دوسری شق یہ ہے کہ lower Riparian (جس ملک کی طرف پانی جا رہا ہو) کا یہ حق ہے کہ جب upper riparian (جس ملک کی طرف سے پانی آ رہا ہو) کوئی ڈیم بنائے گا تو وہ پہلے دوسرے ملک کے واٹر کمیشن کو جگہ کا معائنہ کرائے گا۔ اگر دوسرا ملک جگہ اور ڈیزائن سے اتفاق کرے گا تو اس کے بعد وہ ڈیم بن سکے گا۔ بھارت نے بگلیہار، کشن گنگا، چوٹک، نیموباز وغیرہ ڈیم بنائے مگر کسی میں بھی یہ پراسس پورا نہیں کیا۔ بگلیہار ڈیم مشرف کے دور میں بنتا رہا۔ مشرف کا دعویٰ تھا کہ ہم انڈیا میں سوئی کی نوک بھی دیکھ سکتے ہیں لیکن انہیں بگلیہار ڈیم بنتا ہوا نظر نہیں آیا۔

سوال: پاکستان کا جو واٹر کمیشن ہے اس کی کیا ذمہ داری ہے؟

ابراہیم مغل: واٹر کمیشن سال میں دو دفعہ دوسرے ملک کا دورہ کرتا ہے۔ ایک دفعہ اپریل میں اور ایک دفعہ ستمبر میں۔ ہمارے واٹر کمشنر سید جماعت علی شاہ تھے۔ لیکن بات صرف سیر و تفریح اور اعلیٰ ہوٹلوں میں رہائش اور کھانے تک محدود ہو جائے تو پاکستان کے مفادات کا تحفظ کیسے ہوگا؟ جب ذمہ داری ادا نہ کی گئی تو انڈیا اپنا کام کر گیا۔ بگلیہار ڈیم کا پہلے پری ڈیزائن بنا، پھر ڈیزائن بنا، اس کے بعد بل آف کوانٹٹی بنا، پھر اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ جب تعمیر اپنی تکمیل کو پہنچی تو پھر ہمیں جاگ آئی کہ اب ورلڈ بینک کے پاس جائیں۔ اب جس ورلڈ بینک نے خود بگلیہار ڈیم بنانے کے لیے انڈیا کو قرضہ دیا تھا وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اب اس کو توڑ دو۔ پھر کشن گنگا نواز شریف کے حالیہ دور میں بنا۔

سوال: ہمارا جو نیلم جہلم پروجیکٹ تھا کیا وہ کشن گنگا ڈیم بننے سے متاثر ہوگا؟

ابراہیم مغل: نیلم جہلم پروجیکٹ شوکت عزیز کے دور میں شروع ہوا تھا اور 2014ء میں اسے مکمل ہونا تھا۔ جب 2013ء میں نواز شریف کی حکومت آئی تو انٹرنیشنل اداروں نے انہیں خبردار کیا کہ 2014ء تک نیلم جہلم پروجیکٹ مکمل کر لو نہیں تو اس کے بعد بھارت جو بھی کرے ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ جب جا کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ پروجیکٹ کے کئی حصے ایسے ہیں جن کے پیسے بھی لے لیے گئے ہیں لیکن وہاں کام ابھی تک شروع بھی نہیں ہوا۔ حالانکہ میں اور آپ بجلی کے بلوں میں اس کے پیسے بھرتے رہے۔ جب ہم 2014ء میں اسے مکمل نہ کر سکے تو بھارت نے کشن گنگا بنا کر پانی روکنا شروع کر دیا۔ اگر نیلم جہلم منصوبہ اپنے اصل ڈیزائن کے مطابق وقت پر بن جاتا تو اس نے ہمیں 943 میگاواٹ بجلی دینی تھی مگر ہماری سستی اور کاہلی کی وجہ سے اب وہی پروجیکٹ 760 میگاواٹ بجلی دے گا۔ وہ بھی اگر فل کیپسٹی میں چلے گا تو۔ گویا ہم نے اپنے پانی کا بھی نقصان کیا اور بجلی کا بھی نقصان کیا۔ اور ابھی بھی ہم اگر آنکھیں نہیں کھولیں گے تو بھارت کیچمنٹ ایریا میں اسی طرح مداخلت کرتا رہے گا۔ پہلے اس نے 40 سالوں میں ستلج، راوی اور بیاس کو سو فیصد کنٹرول کر لیا۔ جب ستلج اور بیاس کو کنٹرول کیا تو چولستان کے علاقے میں 30 لاکھ ایکٹر زمین ہماری بنجر ہو گئی۔ جب راوی کو کنٹرول کیا تو آج لاہور کا پینے کا پانی جو پہلے 90 فٹ گہرائی تک مل جاتا تھا اور اچھا پانی 600 فٹ پر مل جاتا تھا آج وہ 760 فٹ پر بھی نہیں مل رہا۔ کیونکہ راوی سوکھ جانے کی وجہ سے پانی ریچارج نہیں ہو رہا۔ لہٰذا اب ہمارے پاس دو ہی حل ہیں کہ یا تو ہم انڈیا سے اس بنیاد پر جنگ چھیڑ دیں کہ تم نے جتنے ڈیم بنائے اس کی 'را سائٹ' ہمیں نہیں دکھائی۔ لیکن ورلڈ بینک درمیان میں آ جائے گا۔ دوسرا حل یہ ہے کہ ہم چائنہ کے پاس جائیں کیونکہ چائنہ انڈیا کا پانی روک سکتا ہے۔ چائنہ اگر ایک لوٹے کے برابر بھی پانی روک لے تو انڈیا چلا اُٹھتا ہے لیکن انڈیا نے ہمارے سارے دریا روک لیے ہیں مگر ہمارے پاس چیخنے چلانا کا وقت ہی نہیں ہے کیونکہ دوسرے ایشوز پالے ہوئے ہیں۔ آج سندھ اور کے پی کے والے کہتے ہیں کہ ہم ڈیم نہیں بننے دیں گے۔ بقول شمس الحق بھارت ان کو سالانہ 12 ارب روپے دیتا ہے۔ دوسری طرف وہی بھارت اپریل 2018ء میں انٹرنیشنل اداروں کے پاس یہ شکایت لے کر گیا ہے کہ پاکستان 32 ملین ایکڑ فٹ پانی سمندر میں ضائع کر رہا ہے۔ لہٰذا عالمی ادارے ہمیں یہ پانی روکنے کی اجازت دیں۔ ہم دریائے سندھ پر ڈیم بنائیں گے اور اس سے جو چاول اور گندم کی فصل حاصل ہوگی وہ ہم دنیا میں غریبوں میں تقسیم کر دیں گے۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم پاکستانی کفرانِ نعمت کرتے رہیں گے اور اس تازہ اور میٹھے پانی کو یہ سوچ کر کہ سندھی ناراض نہ ہو جائیں سمندر کی نذر کرتے رہیں گے تو پھر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ پھر یہ سمندر میں نہیں جائے گا بلکہ اسے روک لیا جائے گا اور اس صورت میں سندھ والوں کی کیا حالت ہوگی۔

رضاء الحق: ہمارا جو پانی سمندر کی نذر ہو رہا ہے اگر ہم اس کو استعمال میں لائیں تو سالانہ 70 بلین ڈالرز اس سے کما سکتے ہیں۔ یہی رقم دوسرے ایشوز پر خرچ ہو کر ملک کی ترقی و خوشحالی کا باعث بن سکتی ہے۔

ابراہیم مغل: جب تربیلا ڈیم بننے لگا تو سندھ والے کہنے لگے کہ ہماری لاشوں پر بنے گا۔ لیکن جب مکمل ہو گیا تو آج سندھ میں 27 لاکھ ایکڑ زمین اسی تربیلا کے

پانی سے سیراب ہو رہی ہے۔ اسی طرح سندھ میں آج بھی تقریباً 30 لاکھ ایکڑ، بلوچستان میں 1 کروڑ ایکڑ، پنجاب میں 35 لاکھ ایکڑ اور کے پی کے میں تقریباً 25 لاکھ ایکڑ زمین ایسی ہے جہاں زراعت ہو سکتی ہے لیکن وہ بنجر پڑی ہے۔ اگر سمندر میں جانے والا یہ 3 کروڑ 20 لاکھ ایکڑ پانی روک لیا جائے تو اس سے 2 کروڑ ایکڑ زمین سیراب ہو سکتی ہے۔ گویا یہ ساری بنجر زمینیں سیراب ہو سکتی ہیں۔ لوگوں کو روزگار مل سکتا ہے۔ 8 ہزار روپے فی ایکڑ ایریگیشن کا خرچہ ہے، پھر اسی پانی سے 3 ہزار 6 سو میگاواٹ بجلی پیدا ہو سکتی ہے اور اس سے 32 بلین ڈالر سالانہ آمدن ہو سکتی ہے۔ اگر یہ آمدن 20 بلین ڈالر بھی ہو تو آج ہمارے اوپر جو 91 ارب ڈالر قرضہ ہے، یہ سارا قرضہ صرف 5 سال میں ختم ہو سکتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ کرنے اس لیے نہیں دیا جا رہا ہے کہ انڈیا سالانہ 12 ارب روپے کچھ لابیوں کو دیتا ہے جو کہتی ہیں کہ ہم ڈیم نہیں بننے دیں گے۔

سوال: بہت ساری سیاسی جماعتیں ایسی ہیں جو کہتی ہیں کہ کالا باغ ڈیم نہیں بننا چاہیے۔ جتنا اہم یہ ایشو ہے اس پر پاکستان میں ریفرنڈم نہیں ہو جانا چاہیے؟

ڈاکٹر ابراہیم: واضح موقف ہے کہ کالا باغ ڈیم بننے دو۔ اس کی پری ڈیزائننگ سے لے کر مکمل ہونے تک سندھی اس کا کام کروائیں اور پھر قیامت تک سندھی اس کو چلائیں۔ جب سندھی چلائیں گے تو وہ سندھ کا پانی چوری نہیں ہونے دیں گے۔ دوسرا یہ کہ وہاں سے جو 36 سو میگاواٹ بجلی پیدا ہوگی اور 2 روپے پر یونٹ پڑے گی اُسے سندھ میں 4 روپے فی یونٹ دیں تو کراچی اور سندھ کی ساری روشنیاں واپس آ جائیں گی۔

سوال: انڈیا اور افغانستان اگر ڈیم بنائیں تو وہاں خوشحالی آتی ہے لیکن پاکستان اگر ڈیم بنائے تو یہاں ایک لابی کہتی ہے کہ پاکستان ڈوب جائے گا؟

ابراہیم مغل: دریائے سندھ، دریائے کابل اور دریا سوات یہ تین دریا جب اٹک کے مقام پر آ کر ملتے ہیں تو پھر یہ سندھ ماتی بنتا ہے۔ جو لابی یہ کہہ رہی ہے کہ ڈیم نہیں بننے چاہییں اسے اس وقت سے ڈرنا چاہیے جب اگر دریائے کابل پر افغانستان نے آٹھ دس ڈیم بنا لیے اور دریائے سندھ پر بھارت نے دس بارہ ڈیم بنا لیے اور اس طرح سندھ ماتی خشک ہو گیا تو پھر شاید تمہاری داستان تک نہ رہے گی داستانوں میں۔

سوال: پانی کی کمی سے پاکستان کو اور کیا کیا مسائل درپیش ہو سکتے ہیں؟

رضاء الحق: مسائل سے قبل ہمیں پانی کی کمی کی وجوہات پر بات کرنا ہوگی۔ پاکستان میں جنگلات کا بتدریج کم ہوتے جانا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ 1990ء میں جنگلات کا تناسب 3.9 تھا جو مزید کم ہوتے ہوتے آج 1.9 رہ گیا ہے۔ جنگلات کی کمی سے جب موسمی تغیر پیدا ہوتا ہے تو اس سے مون سون کے پیریڈ میں بھی کمی آتی ہے۔ گویا بارشیں کم ہوتی ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ پانی کی کمی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگلات سیلاب اور زمینی کٹاؤ کو بھی روکتے ہیں۔ اگر ہم میٹرو بسوں اور ٹرینوں کے پیچھے پڑے رہیں گے اور پانی کے مسئلہ پر توجہ نہیں دیں گے تو مستقبل قریب میں زراعت تو دور کی بات پینے کے لیے بھی صاف پانی میسر نہیں ہوگا۔ کئی رپورٹیں بھی آ رہی ہیں کہ 2025ء تک پاکستان میں تازہ پانی ختم ہو جائے گا۔ 1990ء تک ہمیں 20 سے 40 فٹ گہرائی تک تازہ پانی مل جاتا تھا جو اب 850 فٹ گہرائی میں جا کر کہیں ملتا ہے اور اتنی گہرائی میں پانی میں آرسینک ملا ہوتا ہے جو کہ ایک زہر ہے۔ اس کے علاوہ پینے کے صاف پانی میں فیکٹریوں کے کیمیکلز اور انسانی فضلا بھی مل چکا ہے۔ ایسے پانی کو آپ جتنا بھی صاف کر لیں، فلٹر بیکٹیریا کی بیماریوں کو تو روک لیں گے لیکن وائرس کی بیماریوں کو نہیں روک سکتے جیسے ہیپاٹائٹس وغیرہ۔ پاکستان میں جہاں واٹر پالیسی بنانے کی ضرورت ہے وہاں اس چیز کی بھی ضرورت ہے کہ پانی کو زیادہ سے زیادہ محفوظ کس طرح کیا جائے۔ آسٹریلیا میں فی کس 5 ہزار مکعب میٹر پانی دستیاب ہے جبکہ ہمارے ہاں فی کس 850 مکعب میٹر پانی دستیاب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جدید ٹیکنالوجی کی طرف بڑھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر جب کسی کھیت یا باغ کو سیراب کرنا ہوتا ہے تو ہم ایک طرف سے پانی چھوڑ دیتے ہیں جو دوسرے سرے تک پہنچتے پہنچتے کافی حد تک ضائع ہو چکا ہوتا ہے۔ جبکہ جدید ٹیکنالوجی میں اس مقصد کے لیے ڈراپس، ہیسنز اور سپرنکلرز استعمال ہوتے ہیں جس سے کم سے کم پانی سے زمین سیراب ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ہم ایسی فصلیں زیادہ اُگا سکتے ہیں جو کم پانی میں تیار ہو سکتی ہیں۔

> اگر کالا باغ ڈیم نہ بنایا تو بہت جلد دریائے سندھ کا پانی بھی انڈیا روک لے گا کیونکہ وہ عالمی اداروں کے پاس یہ اپیل لے کر پہنچ گیا ہے کہ پاکستان جو پانی ضائع کر رہا ہے اسے انڈیا کو روکنے کی اجازت دی جائے۔

سوال: اگر کالا باغ ڈیم نہیں بن سکتا تو اس کے متبادل کون کون سے ڈیم بن سکتے ہیں؟

ابراہیم مغل: 1991ء میں تقسیم پانی کے نام سے ایک معاہدہ چاروں صوبوں کے درمیان طے پایا تھا۔ جس میں یہ طے پایا تھا کہ اب جہاں بھی ہمیں ڈیم بنانے کی ضرورت پڑے گی وہاں ہم ڈیم بنائیں گے۔ اس میں کالا باغ ڈیم بھی شامل تھا۔ یہ بھی طے پایا تھا کہ نئے ڈیموں سے 37 فیصد پانی پنجاب کو ملے گا، 37 فیصد سندھ، 12 فیصد بلوچستان کو اور 14 فیصد کے پی کے کو ملے گا۔ اس معاہدے پر چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، وزرائے قانون اور ٹیکنیکل ایکسپرٹس کے دستخط ہیں۔ آج ہم کہتے ہیں کہ کالا باغ ڈیم بننے دو تو سندھ والے کہتے ہیں ڈیم میں ہوا بھرنی ہے پانی کہاں ہے؟ لیکن اسی جون میں ہی سندھ مرکز سے مطالبہ کرے گا کہ ہمیں 60 ارب روپے دو۔ کس لیے؟ بتایا جائے گا کہ حیدر آباد اور دوسرے علاقوں میں سیلاب آئے گا، نقصان کا ازالہ کرنا پڑے گا۔ دوسری طرف 2 کروڑ 70 لاکھ پاکستانی ایسے ہیں جنہیں آج پینے کا صاف پانی نہیں مل رہا۔ اسی طرح پاکستان کبھی 25 ارب ڈالر کی ایکسپورٹ کرتا تھا اور 32 ارب ڈالر کی امپورٹ کرتا تھا۔ آج پانی نہ ہونے کی وجہ سے، کپاس، دالیں اور چاول کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے ہماری ایکسپورٹ 20 ارب ڈالر رہ گئی ہے اور امپورٹ 55 ارب ڈالر تک پہنچ چکی ہے۔ گویا معاشی خسارہ جو پہلے 6 ارب ڈالر تھا اب 30 ارب ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے۔ چند سال پہلے تک پاکستان میں 10 ارب لیٹر تیل گاڑیوں، فیکٹریوں اور مشینوں میں جلتا تھا جبکہ آج اس کی مقدار 22 ارب لیٹر تک پہنچ چکی ہے۔ اب ظاہر ہے اگر 12 ارب لیٹر اضافی تیل جلے گا تو درجہ حرارت میں تو اضافہ ہوگا ہی۔ آج درجہ حرارت 46 سینٹی گریڈ تک پہنچ چکا ہے جبکہ چند سال پہلے تک یہ جون میں 40 سے 42 تک ہوتا تھا۔ تیل کی امپورٹ کا بل کبھی 5 ارب ڈالر ہوتا تھا، آج 14 ارب ڈالر تک پہنچ چکا ہے۔ اب اگر ڈیم بن جاتے اور بجلی پیدا ہوتی تو آج دنیا میں الیکٹرک گاڑیاں چل رہی ہیں، درجۂ حرارت میں اضافہ نہ ہوتا، پھر ہماری زراعت ترقی کرتی اور سیلاب بھی نہ آتے۔ ایک طرف ہم اربوں ڈالر کے خسارے سے بھی بچ جاتے اور دوسری طرف اربوں ڈالر منافع بھی کماتے۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنا پانی، اپنی نعمت اور اپنے 30 ارب ڈالر سمندر کی نذر کر رہے ہیں اور قرضے لے کر تیل امپورٹ کرتے ہیں، جلاتے ہیں اور پھر درجہ حرارت میں اضافہ کرتے ہیں۔

درخت بھی ہم نہیں لگاتے۔ دنیا میں 25 فیصد رقبے پر درخت ہیں جبکہ ہمارے ہاں 1.9 فیصد رقبے پر جنگلات ہیں۔ دنیا میں اس وقت 300 کھرب درخت ہیں اور 200 قریب ممالک ہیں۔ اس لحاظ سے پاکستان میں کم از کم 10 کھرب تو درخت ہونے چاہییں تھے لیکن یہاں درختوں کی تعداد اربوں میں بھی نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی عادتیں نہیں بدلتے تو پھر شاید اس خطے کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔ کہتے ہیں کالا باغ چھوڑ کر اور ڈیم بنالو۔ بھاشا کالا باغ سے 3 ہزار فٹ، داسو 2 ہزار فٹ، بونجی 16 سو فٹ اور اکھوڑی 1 ہزار فٹ کی اونچائی پر ہے۔ جبکہ اس سے نیچے جو بارش اور گلیشیئر کا پانی آتا ہے۔ اس کے علاوہ دریائے کابل اور دریائے سوات اٹک کے مقام پر دریائے سندھ میں آکر ملتے ہیں۔ اس سارے پانی کو آپ کیسے واپس اوپر لے کر جائیں گے ذخیرہ کرنے کے لیے۔ لہٰذا کالا باغ ڈیم ہی ایک موزوں مقام ہے جہاں ہم ایک بڑا ڈیم بنا سکتے ہیں اور وہ زیادہ فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں نہیں بنتا تو پھر سیلاب بھی آتے رہیں گے کیونکہ بھاشا وغیرہ تو کیچمنٹ ایریا میں ہیں اس سے نیچے بارش سے جو سیلاب آئے گا وہ تباہی پھیلاتا رہے گا۔

سوال: عمران خان نے کے پی کے میں 350 ڈیم بنانے کا اعلان کیا تھا، کتنے بن سکے؟

ابراہیم مغل: عمران خان نے کہا تھا کہ 375 ڈیم بنائیں گے، اس سے جو بجلی پیدا ہوگی اُسے ہم ایکسپورٹ کریں گے، جو پانی جمع ہوگا اس سے ہم چاول اور گندم زیادہ پیدا کریں گے۔ مگر جس وقت وہ آئے تھے اس وقت کے پی کے پنجاب سے 15 لاکھ ٹن گندم لیتا تھا۔ آج 18 لاکھ ٹن لے رہا ہے۔ 375 ڈیم بنانے کا وعدہ کیا تھا لیکن ایک ڈیم بھی اب تک مکمل نہیں ہوا۔ 39 میگا واٹ بجلی ہے۔ جبکہ انہوں نے 1700 میگاواٹ کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ اسی طرح ایک ارب درخت لگانے کا وعدہ تھا۔ اپنے ایک بندے کو ٹھیکہ دیا جس نے فی درخت 4 روپے میں خرید کر حکوت کو 10 روپے میں فروخت کیا۔ یوں 6 ارب روپے آپس میں ہی بندر بانٹ کا شکار ہوگئے۔ جو صوبہ ایک روپے کا مقروض نہیں تھا آج یہ حکومت اس کو 256 ارب روپے کا مقروض چھوڑ کر جا رہی ہے جس کا سود ہی کم از کم 10 سے 15 ارب کے پی کے والوں کو دینا پڑے گا۔ اب وہاں غربت نہیں ناچے گی، وہاں بے برکتی نہیں ہوگی تو کیا ہوگا جبکہ سود کی وجہ سے اللہ و رسول ﷺ سے جنگ چھیڑ دی گئی ہے۔

سوال: دنیا کے مقابلے میں ہماری زراعت اور آب پاشی کا نظام کتنا اپ ڈیٹڈ ہے؟

ابراہیم مغل: انگریز جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے یہاں آئے تھے تو ان کے ذہن میں یہی تھا کہ ہم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس سوچ کے تحت انہوں نے یہاں آب پاشی کا بہترین نظام بنایا۔ اسی طرح انہوں نے ریلوے کا نظام بنایا اور ہائی ویز بنائے۔ ان سب چیزوں سے ہم آج تک فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور ان کو اپ ڈیٹ کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ لاڑکانہ میں ایک ایکڑ مونجی اُگانے کے لیے 19 کیوسک پانی مل رہا ہے جبکہ پنجاب میں ایک ایکڑ مونجی کے لیے 3.6 کیوسک پانی ملتا ہے۔ جبکہ ماڈرن ایریگیشن سسٹم آجائے تو یہی کام 1 سے ڈیڑھ کیوسک پانی سے ہو سکتا ہے۔ اتنا زیادہ پانی اس وجہ سے ضائع ہو رہا ہے کہ ہم نے جدید ایریگیشن سسٹم کو اپنانے کی کوشش نہیں کی۔

سوال: ہمارے کسانوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اس کی وجہ سے وہ بے چارے تو بھوک سے مر رہے ہیں، جدید سسٹم کہاں سے لائیں گے؟

ابراہیم مغل: دیکھئے! انگریزوں نے ہمارا نہری نظام بنایا اور کسانوں سے ایک پیسہ نہیں لیا۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ اپنی پیداوار میں اضافہ کر رہے ہیں۔ دوسرا وہ اپنی environment کو بہتر کر رہے ہیں۔ آج یہاں سیلاب آتے ہیں تو راجن پور، مظفر گڑھ، علی پور اور حیدرآباد میں ہزاروں جانور مر جاتے ہیں اور ہزاروں بلڈنگیں مسمار ہوتی ہیں۔ جب پانی اُتر جاتا ہے تو پھر ان مرے ہوئے جانوروں کو اُٹھانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ ان کی بدبو اور آلودگی سیلاب کی وجہ سے ہوتی ہے اور سیلاب کو روکنے کا دنیا میں ایک ہی طریقہ ہے کہ ڈیم بناؤ۔ اس میں سے آپ زراعت بھی کریں اور بجلی بھی پیدا کریں۔ ہم نے سیلاب میں حیدرآباد یا راجن پور تباہ کروا دینا ہے لیکن ڈیم نہیں بننے دینا۔ آج پنجاب میں 47 ہزار کے قریب زراعت کے ملازمین ہیں۔ ان کا کام صرف اتنا ہے کہ کہیں کسی کسان نے رشوت دی تو اسے زیادہ پانی دے دیا نہیں تو روک لیا۔ ہر محکمہ میں رشوت ستانی اور کرپشن ہے لیکن زراعت میں جائز پانی بھی کسانوں کو نہیں ملتا۔ جدید دور میں سپرنکلرز ہوتے ہیں، ڈرپ ایریگیشن ہوتا ہے وہ ہم نے ایک فیصد بھی نہیں ہونے دیا۔ اس لیے کہ جب ہمارا کمیشن آجاتا ہے تو بچے امریکہ میں بھی پڑھ سکتے ہیں، کینیڈا میں بھی پڑھ سکتے ہیں، پھر زراعت کو ماڈرن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ میری اور میری ریاست کی بدقسمتی ہے۔

سوال: ہمارے چیف جسٹس صاحب بہت جلد ڈیموں کے حوالے سے تمام کیسز کی سماعت شروع کرنے والے ہیں۔ کیا اس سے معاملہ حل ہو جائے گا؟

ابراہیم مغل: 8 سال ہوگئے ہیں ہم فائلیں لے کر عدالتوں کے چکر کاٹ رہے ہیں۔ اگر شنوائی ہو تو ہم وہ تمام اعتراضات دور کر سکتے ہیں جو ڈیم بننے میں رکاوٹ ہیں۔ مگر آٹھ سال سے ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ اب اگر چیف جسٹس ثاقب نثار جس طرح سڑکوں اور ہسپتالوں کے دورے کر رہے ہیں، اگر ڈیموں کے سب سے اہم ایشو پر توجہ دیں گے تو وہ ایسا کارِ خیر کر جائیں گے کہ ان کے جانے کے بعد بھی دنیا ان کے لیے دعائیں کرتی رہے گی۔

رضاء الحق: چیف جسٹس صاحب اگر ذاتی دلچسپی سے اس کے اوپر کوئی ایکشن لیں تو یہ ممکن ہے کہ کالا باغ ڈیم بن جائے۔ بظاہر وہ کوئی حکم دے سکتے ہیں لیکن اس حکم پر کس حد تک عمل ہوگا اور کتنے عرصے میں ہوگا یہ کہنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہاں ایک پورا مافیا ہے جو اس کام میں رکاوٹ ہے۔ اس مافیا کے نیچے جو بیوروکریسی ہے وہ کسی بھی کام کو کرنے میں سالوں لگا سکتی ہے اور اس عرصہ میں کوئی بھی رکاوٹ دوبارہ کھڑی ہو سکتی ہے۔

ابراہیم مغل: بھارت میں ایک ڈیم تنازعہ ہوگیا تھا۔ جب معاملہ حل نہیں ہوا تو کیس عدالت میں گیا۔ عدالت نے آج سے تین سال پہلے ڈیم بنانے کا حکم جاری کیا اور وہ ڈیم آج 80 فیصد بن گیا ہے۔ اسی طرح ہماری سپریم کورٹ بھی کالا باغ ڈیم بنانے کا حکم جاری کر سکتی ہے۔ اب کوئی نہ کہے کہ ورلڈ بینک یا IMF بڑے ڈیم کے لیے قرضہ نہیں دیتے۔ ہمیں قرضہ لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم ہے کہ رات کو بھوکا سونا بہتر ہے بجائے اس کے کہ انسان سود پر قرض لے کر کھائے۔ قوم نے جس طرح نیلم جہلم پروجیکٹ کے لیے بجلی کے بلوں میں پیسے دیے ہیں، اسی طرح وہ کالا باغ کے لیے بھی پیسے دے سکتی ہے۔ اس کے لیے اگر ضرورت پڑی تو قوم آئے گی۔ دوسرا حل یہ ہے کہ اوورسیز پاکستانی اپنا ایک کنسورشیم بنائیں، اس کی انٹرنیشنل آڈیٹنگ کرائیں، انٹرنیشنل کمپنی یہاں رجسٹرڈ کروائیں اور پھر جتنے مرضی ہے ڈیم بنائیں، بجلی اور پانی ریاست کو بیچیں، ہمیشہ کے لیے خود بھی منافع کمائیں اور ریاست بھی اپنا کام چلائے۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

احساسِ زیاں جاتا رہا!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پورے گلوب پر پہلی امت پر شوال کا چاند طلوع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بہترین وعدے ہمارے حق میں پورے فرما دے۔ آج ہم رب تعالیٰ کی مغفرت، حلم و کرم، خیر و برکت کے ہمیشہ سے بڑھ کر حاجت مند اور طلب گار ہیں۔ ہماری خطاکاریاں انتہاؤں کو چھو رہی ہیں۔ لیکن اس کی مغفرت ہمارے گناہوں کو ڈھانپ لینے کو کافی ہے۔ یہ امید نہ ہو تو ملکوں، ملکوں امت کی حالتِ زار (نہ دنیا ہے نہ دیں!) خون کے آنسو روتے مرجانے کو کافی ہے۔ دو دن پر پھیلی عید (مختلف جغرافیائی خطوں کی بنا پر) تکبیروں کی شرق تا غرب پکار کا سبب بنتی ہے۔ اندر کی آنکھ بینا ہو تو صبحِ عید فرشتوں کے پروں کے پرے ہمراہ لیے طلوع ہوتی ہے۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں!

رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے اللہ فرشتوں کو گواہ کر کے، اپنے بندوں کو اپنی رضا و مغفرت سے نوازتا ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔ آمین

تیس دن نگاہوں پر روزے کا پہرہ بٹھانے والا۔ نظارۂ غیر کی کثافت سے پاک رہنے والا، اشکِ ندامت سے آنکھیں دھونے والا۔ چاہے تو شفاف، پاک آنکھوں سے ایسا ہو سکتا ہے کہ

کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہانی!

عید اصلاً شکرانہ ہے، عبادت ہے، اخوت ہے (فطرانہ نیز رنگ و نسل سے ماوراء صف در صف!) شوکتِ اسلام اور رب تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان و اظہار ہے۔ انہی تمام احساسات سے عبارت ایک سکینت اور خوشی بھی ہے۔ تاہم ہمارا المیہ یہ ہو گیا ہے کہ عیدین بھی ایک ثقافتی، کلچرل میلہ بن گیا ہے۔ گلوبل ویلیج میں جہاں دنیا کے مختلف رنگ، نسل و مذاہب کے لوگ اپنے میلے ٹھیلے کرتے ہیں، ان کا لازمی عنصر کھانا پینا، ہلہ گلہ، ناچ رنگ، موسیقی ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی رنگ غالب آتا جا رہا ہے۔

تیسویں روزے کا افسوسناک منظر جا بجا یہ تھا کہ مارکیٹوں، شاپنگ سینٹروں میں ناکافی لباس میں مبتلا خواتین، بلند آہنگ موسیقی، بے ہنگم ہجوم رمضان کا تقدس مجروح کر رہے تھے۔ اسلام آباد میں شدید آندھی طوفان بارش نے یکا یک سب کو آ لیا۔ آسمان پہلے دھاڑا، بگڑا۔ پھر دھواں دھار رویا ہماری ایمانی کسمپرسی پر۔ درخت سجدے میں جا پڑے۔ لوگوں کی شاپنگ پانی پانی ہو گئی۔ دل دہل گئے۔ لیکن ایک وقتی تاثر کے سوا۔ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

ہمیں بن مانگے نعمتِ ایمان مل گئی لہٰذا قدر شناسی نہیں ہے۔ جن کی اندھا دھند نقالی کر رہے ہیں۔ ان کے اندر کا مہیب خلاء ان کی زندگیاں کس طرح اجیرن کر رہا ہے، ان کی معاشرتی زندگی میں برپا انتشار اس کی عکاسی کرتا ہے۔ امریکہ میں بڑی نامی گرامی چمکتی دمکتی شخصیات کی اچانک خودکشی کے واقعات نے انہیں سراسیمہ کر دیا ہے۔ 2016ء میں عمومی طور پر 45 ہزار خودکشی کے واقعات رپورٹ ہوئے۔ 44 امریکی ریاستیں اس نئے تیزی پکڑتے رجحان کی لپیٹ میں ہیں۔ پہلے ایک نامی گرامی شیف اور ایک ٹی وی پروگرام کے میزبان انتھونی بورڈین نے شہرت، دولت، گلیمر بھری زندگی کے عروج پر ہوتے ہوئے خودکشی کی۔

اب اوائل جون میں کیٹ سپیڈ جو مشہور و معروف ڈیزائنر تھی، نے 55 سال کی عمر میں نیویارک میں خودکشی کر لی۔ ''ہینڈ بیگز'' کی دنیا کی بے تاج ملکہ، شوہر کے ساتھ مل کر نامی گرامی کمپنی بنائی۔ یہ بھی کامیابیوں، شہرت اور دولت سبھی سے آراستہ پیراستہ تھی، یکا یک مردہ پائی گئی۔ اب انہیں فکر یہ ہے کہ جن افراد کو معاشرہ میڈیا کی زرق برق دنیا میں رول ماڈل کی حیثیت سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ اچانک مایوسی، ہیجان، اضطراب، ذہنی انتشار و اختلال کے ہاتھوں اپنی جان یوں لے لیں۔ کتنا بڑا دھچکا لگتا ہے چاہنے والوں کو۔ ان کی زندگیوں میں نمونۂ عمل تلاش کرنے والوں کو!

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا، تمہی 'مر' گئے داستاں کہتے کہتے۔ اندیشہ ہے کہ یہ وبا بن کر پھیل نہ جائے۔ کیونکہ جنہیں بڑھا چڑھا کر سنایا، دکھایا، قابلِ رشک و تقلید باور کروایا جاتا ہے۔ پھر نوجوان نسل صرف ان کے ہیئر سٹائل، تراش خراش، لباس، چال ڈھال ہی کی نقالی نہیں کرتی۔ جب اچانک اسی سے لٹکا پائیں گے تو اس کا اتباع کیوں نہ کریں؟ سو عالمی ادارۂ صحت (WHO) کے مطابق 15،29 سال کی عمر میں ٹریفک حادثات کے بعد دوسری سب سے بڑی وجۂ اموات خودکشی ہے۔ (دہشت گردی نہیں!) یہ تعداد ایک دہائی میں دوگنی ہو گئی ہے۔ خوشحال، خوش باش ترقی یافتہ ممالک میں! اقبال کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی:

تمہاری تہذیب آپ اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

سو اب ان کی دنیا ماہرینِ نفسیات کے رحم و کرم پر ہے۔ جو خود بھی نفسیاتی مریضوں سے کم مریض نہیں! بابائے نفسیات فرائڈ نے بھی تو اپنے ڈاکٹر سے کہہ کر طے شدہ خودکشی فرمائی تھی۔ خاندانی نظام پارہ پارہ کر دیا۔ بچے گھروں میں ماؤں سے محروم، شخصیت میں تنہائی کا گھونٹ گھونٹ زہر پیتے بڑے ہوتے ہیں۔ چہار جانب محبتوں کا حصار جو ماں باپ، ننھیال ددھیال کے محبتوں بھرے رشتوں نے باندھا ہوتا ہے۔ انسان کو ٹوٹ کر بکھرنے سے بچاتا ہے۔

اللہ سے دل کی بندھی تار، زندگی میں قوت، حرارت، امید لے کر آتی ہے۔ نفسیاتی زندگی کے لیے اللہ سے دعا کا رشتہ، اس سے گفتگو کی لذت، ایک ناقابلِ شکست قوت رگ و پے میں بھر دینے والا عنصر ہے۔ دعا سے محرومی سے بڑی محرومی کوئی نہیں۔ دعا سے قیمتی، تیر بہدف دوا کوئی دوسری نہیں۔ (دعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون، زمین و آسمان کا نور ہے۔ حدیث) دنیائے کفر اتنی بڑی نعمت سے محروم ہے!

رمضان آیا تھا ہمیں (دنیا کی قیادت بذریعہ

قرآن) اسباق پختہ کروانے، تربیت دینے کو۔ ہم دنیا بھر کی رہنمائی کے لیے دل کی دنیا آباد کرنے سے لے کر مادی دنیا کو پُرسکون، عدل و انصاف پر قائم کرنے کا نسخۂ کیمیا ان تک پہنچا پاتے۔ اخرجت للناس ۔ ہمیں دنیا بھر کے انسانوں کی (اس روشنی کی طرف) رہنمائی کے لیے اٹھایا، منتخب کیا گیا تھا۔ قرآن، ھُدیً للناس ہے۔ تمام انسانوں کی روح کا خلا پُر کر کے بندے کو رب سے جوڑنے کے لیے نازل ہوا تھا۔ اس کے لیے روزے رکھے تھے۔ اسی کے شکرانے پر عید منائی تھی! لیکن آج کیا فرق رہ گیا کافر اور مسلمان کے روز و شب، طرزِ زندگی میں؟ ہمارے ہاں بھی خودکشی کے اعداد و شمار ہولناک ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ یہ نفسیاتی بیماری، دماغی خرابی نہیں۔ تعلیم و تربیت عنقا ہونے اور خالق سے رشتہ کاٹ دینے کی بنا پر ہے۔ یہاں ہو یا وہاں۔ اسی لیے وہاں بے راہ روزندگی گزارنے والوں میں خودکشی کا تناسب اور رجحان زیادہ ہے۔ ’جو کوئی طاغوت (حدِ بندگی سے تجاوز کر کے اپنا خدا خود بن بیٹھنے یا اپنی خدائی کی طغیانی میں مبتلا) کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سمیع و علیم ہے‘ (البقرہ: 256)

ہمارے ہاں بھی سارا معاشرتی انتشار و ابتری، قحط الرجال و قحط النساء، اس مضبوط سہارے سے منہ موڑ لینے ہی کا نتیجہ ہے۔ شاید یہ لطیفہ ہی محسوس ہو۔ لیکن خبر یہ آئی تھی کہ پچھلے دنوں احتساب عدالت میں سوئے ہوئے سیکورٹی اہلکار نے اچانک نیند سے اُٹھ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگا دیا۔ عدالت میں یک بیک سناٹا چھا گیا۔ سانپ سونگھ گیا! (ویسے بھی یہ نعرہ نیم بیداری میں ہی لگ سکتا ہے بقائمی ہوش و حواس تو اب اذانوں کی تکبیریں بھی ہلکی کر دی گئی ہیں) ملکہ برطانیہ کے قانون کی عدالتوں میں تکبیر؟ خلافت کے پس منظر بھرے اشعار میں اقبال نے کہا تھا۔

ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

سوئے پڑے اہلکار نے اچانک خشک گرمی میں عدالت میں، تکبیر کا شعلہ دکھا دیا! آسٹریا میں انہوں نے 7 مساجد بند کر دیں۔ انہی تکبیروں کے خوف سے۔ ہم ایک چرچ یا مندر پر تالا ڈال دیں تو ورلڈ میڈیا قیامت اٹھا دے۔ عدم برداشت کے طعنے دے دے کر ہمارا جینا حرام کر دیں۔ مسلمان اس تضاد پر بولتے کیوں نہیں؟ ایتھوپیا میں مگرمچھ نے ازخود نوٹس لے لیا۔ ایک عیسائی راہب گروہ در گروہ مسلمانوں کو ایک جھیل کنارے کھڑا کر کے بپتسمہ (عیسائی کرنے کا) غسل دے رہا تھا کہ مگرمچھ سراپا غیظ و غضب بن کر راہب پر ٹوٹ پڑا اور اسے گھسیٹ کر جھیل میں لے جا کر برابر کر دیا۔ ادھر جرمنی میں ’کیٹرپلر‘ نامی سنڈی (لمبے باریک بالوں والی) نے بڑے پیمانے پر حملہ کر دیا۔ سکول پارک بند ہو گئے۔ اس سے جلدی تکلیف، الرجی، سانس دمے کی تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اب حیوانی مخلوق ان سے ہمارے بدلے چکا رہی ہے۔ ان کے وزیر داخلہ نے دوٹوک اعلان فرمایا تھا کہ اسلام کا ان کے ملک سے کوئی تعلق واسطہ نہیں بنتا۔ جرمنی کی صورت گر عیسائیت ہے۔ وہ مرکل کی پالیسیوں کے سخت ناقد ہیں کہ مسلمان مہاجرین پر دروازہ بند ہونا چاہیے۔ اب وہ سنڈی کے ہاتھوں گھر کے دروازے بند کرنے پر مجبور ہیں! سبحان اللہ! ❀❀❀

پریس ریلیز 22 جون 2018ء

میدان جنگ میں شکست کے بعد امریکہ افغان طالبان کے خلاف سازشوں پر اُتر آیا ہے

امریکہ پوری دنیا میں ایسی کانفرنسیں منعقد کر رہا ہے جس سے افغان طالبان کے جہاد فی سبیل اللہ کو انتشار اور فساد ثابت کر سکے

مسلمان علماء ایسی کسی کانفرنس میں شرکت نہ کریں جس سے طاغوتی قوتوں کے مؤقف کو تقویت ملے

حافظ عاکف سعید

میدان جنگ میں شکست کے بعد امریکہ افغان طالبان کے خلاف سازشوں پر اُتر آیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے اور اب وہ اس جنگ کو جیت میں بدلنے کے لیے پوری دنیا میں علماء کی کانفرنسز منعقد کر کے افغان طالبان کے خلاف ایک ایسی فضا ہموار کرنا چاہتا ہے جس سے افغان طالبان کے جہاد فی سبیل اللہ کو انتشار اور فساد ثابت کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کابل اور انڈونیشیا میں ایسی کانفرنسز منعقد کر کے ان کے نتائج کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کی کوشش کر چکا ہے۔ ایسی کانفرنسز میں علماء کی کہی گئی حق بات کو امریکہ میڈیا کے ذریعے دبا دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغان طالبان اپنی اسلامی حکومت کو بحال کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں لہٰذا وہ بلاشک و شبہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان علماء کو اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ وہ ایسی کسی کانفرنس میں شرکت نہ کریں جس سے طاغوتی قوتوں کے مؤقف کو تقویت ملے۔ طاغوتی قوتیں جب حملہ آور ہوں گی تو وہ بریلوی، دیوبندی، شیعہ، اہل حدیث میں فرق نہیں کریں گی۔ ہمارا بچاؤ صرف اتحاد میں ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

محمد سمیع

قرآن حکیم، تورات اور انجیل کے بارے میں کہتا ہے کہ ان میں ہدایت اور نور ہے۔ قرآن کریم کامل ہدایت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے نور کی تکمیل فرمادی۔ آج ہی نہیں ہمیشہ سے یہ ہوتا چلا آیا ہے کہ گمراہ بندگان خدا اپنی پھونکوں سے اس نور کو بجھانے کی سعی لاحاصل کرتے چلے آئے ہیں جبھی تو ایک بندۂ خدا نے کہا تھا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قرآن وہ نور کامل ہے جس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تم دیکھتے کہ وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ جو خود کو قرآن کا ایک ادنیٰ طالب علم قرار دیتے تھے، نے کہا تھا کہ کلام اللہ میں وہی تاثیر ہے جو اس کی تجلی میں ہے۔ اس حوالے سے وہ کہا کرتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام جو اللہ سے کلام کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں، جب ان کے جذبۂ شوق دیدار الٰہی نے جوش مارا تو انہوں نے اللہ کے حضور اس کے دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ ہاں میں اپنی تجلی سامنے کے پہاڑ پر ڈالتا ہوں، اگر وہ میری تجلی کا تحمل کر سکا تو تم بھی مجھے دیکھ لو گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو وہ دب اور پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ایک حدیث میں جہاں اور باتیں ارشاد فرمائیں وہاں یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی کتاب، اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اطلاعات (یعنی اعمال واخلاق کے مستقبل میں ظاہر ہونے والے دنیوی واخروی نتائج) بھی ہیں اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں گے ان کا حل اور فیصلہ (عادلانہ حل) موجود ہے، وہ فیصلہ کن کتاب ہے (یعنی دنیا اور آخرت میں فیصلے اس کی بنیاد پر ہوں گے) اور وہ فضول بات نہیں ہے، جو سرکشی کی وجہ سے اس کو چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کر رکھ دے گا اور جو کوئی قرآن کے بغیر ہدایت تلاش کرے گا، اللہ اس کو گمراہ کر دے گا (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا)۔ قرآن ہی اللہ کی مضبوط رسی (یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ) ہے اور حکمت بھرا ذکر ہے اور وہی صراط مستقیم ہے، وہی حق مبین ہے، جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس میں تحریف نہیں کر سکتیں (یعنی جس طرح پچھلی کتابوں کی محرفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کر ان کو تبدیل کر دیا، اس طرح قرآن میں تحریف نہیں ہو سکے گی)۔ وہ قرآن جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ آج کے نام نہاد مہذب اور خود کو عقل ودانش کا حامل قرار دینے والے مغربی اقوام میں سے ایک ملک فرانس کے سابق صدر مملکت نکولس سرکوزی سمیت 300 افراد یہ مطالبہ لے کر سامنے آئے ہیں کہ قرآن میں تحریف کی جائے۔ قرآن کی شدت اور صہیونی دشمنی کے بے بنیاد دعوے پر کچھ آیات کو قرآن کریم سے خارج کرنے کا تقاضا بھی کیا گیا ہے۔ کلام اللہ میں تحریف جبکہ خود قرآن کے اس چیلنج کو آج تک دنیا کسی فرد نے قبول کرنے کی جرأت نہیں کی کہ اس کے مثل کوئی ایک سورت تو بنا کر دکھا دے۔ مزید یہ کہ وہ لوگ بھی جو قرآن پر ایمان نہیں رکھتے، اس بات پر کامل اتفاق رکھتے ہیں کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد قرآن اپنی اسی اصل صورت میں موجود ہے جو حضور (ﷺ) نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔ دنیا کی اور کوئی کتاب اپنے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتی۔ یہ پہلا موقع نہیں کہ قرآن کے مخالفین نے اس طرح کا گستاخانہ طرز عمل اختیار کیا ہو۔ اس سے پہلے بھی برطانیہ کی پارلیمنٹ میں قرآن کو لہرا کر یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے، دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ابھی کچھ عرصے قبل ایک پادری نے قرآن کو سر عام جلانے کی مذموم حرکت بھی کی تھی۔ حالیہ مطالبے کا ترکی بہ ترکی جواب ترک صدر رجب طیب اردوان کے ترجمان کی جانب سے سامنے آیا ہے۔ جنہوں نے کہا ہے کہ قرآن کریم کسی کا تختۂ مشق نہیں ہے۔ یہ ہماری مقدس کتاب ہے اور جس شکل میں یہ وحی کی صورت میں نازل ہوئی ہے، روز قیامت تک اسی شکل میں اس کی حفاظت کی جائے گی۔ مسلم حکمرانوں کے دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ بھی اس گستاخی پر اپنا ردعمل ظاہر کریں لیکن تاحال کسی کی طرف سے کوئی بیان سامنے نہیں آیا ہے۔ عقل ان کی اس دینی بے حمیتی پر ماتم کناں ہے۔

غیر مسلم قوموں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے ماضی میں قرآن کی حقانیت کو کسی نہ کسی صورت میں قبول کیا ہے۔ حال ہی میں برطانیہ کے ایک جج بیڈن کیو نے لندن میٹرو بم دھماکے کا فیصلہ سناتے ہوئے قرآن وسنت کی حقانیت اور اسلام کی امن پسندی کے متعلق تاریخ ساز الفاظ ادا کئے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ برس ستمبر میں لندن میں پار اسٹار گرین اسٹیشن پر بم دھماکے کے مجرم احمد حسن کو عمر قید سناتے ہوئے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آنے والے برسوں میں جیل میں آپ کو قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کا بہت موقع ملے گا۔ آپ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ قرآن مجید امن وسلامتی کی کتاب ہے۔ اسلام امن کا مذہب ہے۔ اسلام ملکی قوانین کی خلاف ورزی سے منع کرتا ہے۔ جہاں آپ قیام کرتے ہو وہاں مہمان ہو۔ اسلام دہشت گردی سے منع کرتا ہے۔ قرآن وسنت میں واضح ہے کہ ایسا جرم جو دہشت کے ارتکاب سے ملک میں بدعنوانی کا سبب بنتا ہو وہ اسلام میں شدید جرم میں سے ایک ہے۔ لہٰذا برطانیہ کے قانون میں یہی ہے۔ اس وجہ سے آپ کو اس ملک کے قانون کے تحت سب سے زیادہ سخت سزائیں ملی ہیں۔ آپ نے اپنے اعمال سے قرآن واسلام کے احکام کی خلاف ورزی کے ساتھ تمام مہذب شہریوں کے قوانین کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔ امید ہے کہ ایک دن تم اس بات کو سمجھ سکو گے۔

ہمیں جہاں ان لوگوں کی حالت پر افسوس ہوتا ہے

جو جان بوجھ کر قرآن جیسی کتاب ہدایت کے خلاف باتیں کرتے ہیں تو ساتھ ہی ان پر بھی افسوس ہوتا ہے جن پر قرآن کی ہدایت واضح ہو چکی ہے اور وہ اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں لیکن اس پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں۔

سب سے زیادہ افسوس ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہیں اللہ نے حامل قرآن بنایا لیکن ان کی عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ اس کتاب سے واجبی سا تعلق رکھتی ہے۔ اس کتاب ہدایت کو محض حصول وایصال ثواب کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔

اس کے باوجود بھی کہ اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت کے طفیل ماہ رمضان المبارک میں ان کا دل قرآن سے استفادے کی طرف خود بخود مائل کر دیتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت اور اس کی سماعت وہ استفادہ کرتے تو ہیں لیکن رمضان المبارک کے بعد وہ قرآن سے بے اعتنائی کی طرف دوبارہ مائل ہو جاتے ہیں۔ رمضان المبارک کے دوران انہیں آج کے دور میں نماز تراویح کے دوران اس کی آیات کے ترجمے اور اس کی تشریح سننے کا بھی موقع ملتا ہے اور ان آیات کا خلاصہ بھی اکثر مساجد میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف زبانوں میں علمائے کرام کی تفاسیر بھی موجود ہیں اور اس دور میں ذرائع ابلاغ کی ترقی کے نتیجے میں قرآن کی تبلیغ کے مختلف ذرائع بھی بآسانی دستیاب ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک ہم خود قرآن مجید کے حقوق کو شعوری طور پر نہیں سمجھیں گے، ہماری اس عمومی کیفیت میں کسی تبدیلی کا آنا محال نظر آتا ہے۔ علمائے کرام نے قرآن مجید کے مسلمانوں پر جو حقوق بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمام انسانیت کے لیے تا قیام قیامت کامل ہدایت نامہ ہے۔ اس کی درست طور پر تلاوت کو روزانہ کا معمول بنایا جائے۔ اس میں وارد اللہ تعالیٰ کے احکام کا فہم حاصل کیا جائے جس کے لیے عربی زبان کا سیکھنا بہت ضروری ہے۔ قرآن کے احکامات پر نہ صرف یہ کہ خود عمل کیا جائے بلکہ معاشرے میں اس کے اجتماعی احکام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کی جائے اور آخری حق یہ کہ اس کے پیغام کو دنیا بھر میں عام کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ ایک مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین پر بسنے والے ہر مسلمان کو اپنے اس فریضے کی انجام دہی کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ کُلّیۃ القرآن لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔'' (حدیث نبوی ﷺ)

میٹرک پاس طلبہ کے لیے **درس نظامی** (آٹھ سالہ کورس) کے **پہلے سال میں**

داخلے شروع

خصوصیات

☆ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایف اے، بی اے اور ایم اے کی کلاسز
☆ ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے وظائف
☆ وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ رپنجاب یونیورسٹی کا نصاب
☆ تقریر اور تحریر کی مہارت کے لیے نامور اساتذہ کی راہنمائی

شیڈول برائے داخلہ

☆ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 6 جولائی 2018ء
☆ انٹرویو اور تحریری ٹیسٹ 6 جولائی 2018ء
☆ کلاس کا آغاز 7 جولائی 2018ء

اہلیت برائے داخلہ

☆ میٹرک پاس طلبہ داخلہ فارم جمع کرواسکتے ہیں۔
☆ عمر 16 تا 18 سال (حفاظ کے لیے عمر میں دو سال کی رعایت)
☆ صرف پاکستان کے شہری

نوٹ: میٹرک کے نتائج کا انتظار کرنے والے طلبہ بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔

برائے معلومات

دفتری اوقات کے دوران 042-35833637
دفتری اوقات کے بعد 0301-4882395

المعلن

حافظ عاطف وحید (مہتمم)

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ — دعائے مغفرت

☆ نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان پروفیسر خلیل الرحمٰن کی ہمشیرہ وفات پا گئیں ہیں۔ برائے تعزیت: 0333-6868356

☆ تنظیم اسلامی ممتاز آباد ملتان کے ملتزم رفیق محمد شفیق کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے ملتزم رفیق عدنان جمیل قریشی کے خالو وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

افغان طالبان کا خط، علمائے کرام کے نام

یہ مکتوب امارت اسلامیہ افغانستان کے افغان طالبان کی طرف سے دنیا بھر کے علمائے کرام، مدارس دینیہ، دینی جماعتوں اور تنظیموں کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ موجودہ حالات میں افغان طالبان کے اصل موقف سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ یہ مکتوب مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے کالم شائع شدہ روزنامہ انصاف 4 جون 2018ء کا حصہ بنایا ہے۔ خصوصی اہمیت کے پیش نظر اس مکتوب کو ہفت روزہ ندائے خلافت کے قارئین کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

قابل قدر علمائے کرام ومشائخ عظام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے امید ہے آپ صحت و عافیت کے ساتھ ہوں گے۔ ہم امارت اسلامی افغانستان کے منسوبین و متعلقین اور تمام افغان عوام کی نمائندگی کے ساتھ نیک تمنائیں اور اسلامی اخوت کی محبتیں آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ افغانستان گزشتہ سترہ سال سے وقت کے سب سے بڑے طاغوت امریکہ کی جارحیت کا شکار ہے۔ امریکہ چاہتا ہے افغانستان اس کی ایک مقبوضہ ریاست بن جائے، وہ یہاں عسکری مراکز اور انٹیلی جنس اڈے قائم کرے تاکہ جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے سنگم پر واقع اسلامی دنیا کے اہم ترین خطے افغانستان کی اسٹریٹیجک حیثیت استعمال کر کے عالم اسلام کو کمزور اور ختم کرنے کی سازشیں کر سکے۔ اگر امریکہ افغانستان سے متعلق اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے پاکستان، ہندوستان، وسطی ایشیا اور عرب ممالک میں بھی اسلامی فکر، مدارس دینیہ، علمائے کرام اور دین دار مسلمانوں کے مصائب و مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ مذکورہ ممالک کی مسلم آبادی بھی مغربی شیطانی دسیسہ کاریوں کا ہدف بنے گی، لادینیت اور گمراہی زور پکڑے گی، مغرب کی حمایت و تعاون سے سیکولر طبقہ اور فساق و فجار مضبوط ہوں گے، امت مسلمہ کے زوال کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگا۔ ماضی قریب کے عظیم مفکرین علامہ اقبال، شکیب ارسلان اور دیگر نے افغانستان کو ایشیا اور اسلامی دنیا کا دل قرار دیا ہے، اگر خدانخواستہ امریکہ مسلم دنیا کا دل اجاڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اس طرح امت مسلمہ اور دینی سلسلوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اسلام کے سچے پیروکاروں کے خلاف موجود خطرات میں کئی گنا اضافہ ہوگا۔

تاریخ کے اس خطرناک موڑ پر نجات کا راستہ یہ ہے کہ افغانستان میں امریکی جارحیت کے خلاف امارت اسلامیہ افغانستان کی جہادی صف کو مضبوط کیا جائے، اسے جانی، مالی، اخلاقی اور روحانی تعاون اور حمایت بہم پہنچائی جائے۔ للہ الحمد! امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 17 سال تک 48 کفریہ جارح قوتوں کے خلاف استقامت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے اب بھی برطانیہ اور سوویت یونین کی طرح امریکی جارحیت کو شکست دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں امریکہ افغانستان میں کامیاب ہونے کے لیے سترہ سالہ دور میں اپنی تمام تر عسکری طاقت آزما چکا ہے۔ وہ اپنے اسلحہ گودام کے تمام تر خطرناک ہتھیار استعمال کر چکا ہے۔ ہر طرح کی حکمت عملیاں بروئے کار لا چکا ہے۔ جب کہ کامیابی کا ابھی کوئی امکان نہیں ہے۔ گزشتہ سال اسلام و عالم اسلام کے سخت دشمن امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے افغانستان کے لیے اپنی نئی حکمت عملی سامنے لائی۔ ٹرمپ کی حکمت عملی کے ایک حصے کے طور پر افغانستان میں امریکی درندہ صفت فوج کے سربراہ جنرل نیکولسن نے 18 مارچ 2018ء کو ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا:

امریکہ اس سال طالبان (امارت اسلامیہ) پر مختلف طریقوں سے دباؤ بڑھانا چاہتا ہے۔ ہم طالبان پر عسکری، سیاسی، حتیٰ کہ مذہبی دباؤ بھی ڈالیں گے تاکہ وہ جنگ سے دستبردار ہو جائیں۔ مذہبی دباؤ سے میرا مطلب یہ ہے کہ افغانستان، پاکستان اور کچھ دیگر ممالک کے مسلم علماء کی کانفرنسز منعقد کی جائیں گی، ان کانفرنسوں میں طالبان کے خلاف فتویٰ جاری کر کے ان کے جہاد کی شرعی حیثیت کو اسلامی نکتہ نگاہ سے چیلنج کیا جائے گا۔

اب جب کہ ان کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ عنقریب کابل، اسلام آباد اور سعودیہ میں بھی ایسے اجتماعات منعقد کیے جائیں گے، ہم علمائے کرام اور مشائخ عظام سے یہ درخواست اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس جیسی کانفرنسوں میں شرکت محض سے بھی احتراز کیا جائے۔ کیوں کہ سمجھنے کی پہلی بات یہ ہے کہ اگرچہ اس کانفرنس کا موضوع اور عنوان دینی ہے، اس میں عالم اسلام کے مسائل پر بھی بات کی جاتی ہے، اسے مسلم علماء کی مجلس قرار دیا جاتا ہے، مگر اس کا ہدف اور مقصد غلط ہے۔ اس کا اصل محرک اسلام کا شدید مخالف امریکہ ہے۔ وہ چاہتا ہے ان کانفرنسوں کے ذریعے افغانستان میں جاری جہاد کو کمزور کیا جا سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علمائے کرام اس طرح کی کانفرنسوں میں جس نیت سے بھی شریک ہوں، جس مجبوری کی وجہ سے بھی شرکت کریں، دشمن بہرحال آپ کی وہاں شرکت محض سے بھی فائدہ اٹھائے گا۔ ایسے اجتماعات میں علمائے کرام جتنی بھی حق بات کہہ لیں، دشمن اسے کوئی اہمیت نہیں دے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ دشمن کانفرنس کی انہی باتوں کو اچھال کر پروپیگنڈا کرے گا جو اس کے حق میں ہوں گی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ انڈونیشیا کانفرنس میں کچھ شیوخ کرام نے کتنی اچھی اور معقول باتیں کہیں مگر میڈیا نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ حتیٰ کہ ان پر سرسری تبصرے سے بھی گریز کیا گیا۔ صرف وہی کچھ میڈیا اسکرین پر نمایاں کیا جو امریکی مفاد میں تھا۔ حتیٰ کہ بعد ازاں علماء کو بدنام کرنے کے لیے یہ بات بھی پھیلائی گئی کہ کابل انتظامیہ اور انڈونیشیا حکومت نے علماء کو ڈالروں کے پیکٹ دیے تھے۔ یعنی امریکہ ہر حال میں اپنے شیطانی مقاصد کی تکمیل چاہتا ہے۔

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کی کانفرنسوں میں شرکت علماء کرام کی معاشرتی ساکھ کو نقصان پہنچاتی ہے جس سے علماء، طلبہ، عام مسلمان اور مجاہدین کے درمیان بداعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے جن قابل قدر علمائے عظام نے ساری زندگی مدرسہ و مسجد کے استغناء

میں گزاردی ہے جو کہ للہ فی اللہ امت مسلمہ کے شان دار مستقبل کے لیے ایک عظیم دینی خدمت ہے، ایسی مجالس میں شرکت سے ان کی سالہا سال کی محنت و مشقت سے قائم ہونے والا شخصی و دینی وقار ضائع ہو کر رہ جاتا ہے، ان کی شخصیت کا احترام کمزور ہو جاتا ہے، نتیجتاً عوام میں ان کا تعارف، حکومتی اور درباری ملا والا بن جاتا ہے۔ ہماری نظر میں اسلام، مسلمانوں اور خود علمائے کرام کی عزت و توقیر اور خیر و بھلائی اس میں ہے کہ ایسی مجالس سے گریز کیا جائے تاکہ اسلام دشمن قوتیں انہیں اپنے شیطانی اہداف کے لیے استعمال نہ کرسکیں۔ اللہ رب العزت ہم اور آپ سب کو دشمن کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ فرمائے، آمین یارب العالمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امارت اسلامیہ افغانستان

رفقاء متوجہ ہوں

''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں

07 تا 13 جولائی 2018ء

(بروز ہفتہ نمازِ عصر تا جمعۃ المبارک 12:00 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

13 تا 15 جولائی 2018ء

(بروز جمعہ نمازِ عصر تا بروز اتوار)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-36823201 / 0332-1333395
0334-0111956

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

Junk Food and the Upsurge of Diabetes: A Global Phenomenon

In this month's prestigious British Medical Journal, The Lancet, has given considerable coverage in its June issue to the fact of the dangerous upsurge for both young and old of the variety of Diabetes which is becoming one of the largest global health crises of the 21st century.

The Lancet is the oldest medical journal in the world, founded in 1823.

In short, the etymology of the name of the journal was intended to convey excellence in medical research and to provide the "light of wisdom".

Once thought of as a disease that only affected older people, diabetes is now being diagnosed increasingly in people under the age of 20, the vast implications of which have yet to be fully understood nor appreciated.

Alarming rising rates have been recorded in the first decade of the 21st century, not only in America and Europe, but particularly the Middle East and Africa, of diabetes which has been shocking to say the least. Asian countries, India and China show similar trends.

The most influential factor in the increase in diabetes, in the 5 to 15 age group, is junk food.

More and more young people are developing the early stages of diabetes and those that are diagnosed and some even hospitalised due to further complications of the disease, such as kidney disease and teenagers incredibly having heart attacks, costs a country's health system considerably and in addition in terms of lost wages and productivity where adults are concerned.

A main goal is to reduce the rates of hospitalisation, and help those diagnosed to better manage their care, with simpler smaller insulin delivery systems that take some of the inevitable embarrassment and stigma away from the disease, so improving children and the publics knowledge of diabetes is a priority.

The bottom line, especially for our children and grandchildren, is to limit or eradicate eating junk foods. Such so called food is calorie-dense and nutrient poor. In recent decades, junk food, essentially fast food and convenience food consumption in America alone increased dramatically, with more than 25 percent of all people now consuming predominantly junk food diets. This trend has occurred concurrently with rising epidemics of numerous chronic diseases and accounts for a long list of reasons why eating junk food is bad. It directly contributes to the on set of diabetes; full stop!

Also, junk food plays a major role in the obesity epidemic. Children who eat fast food as a regular part of their diets consume more fat, carbohydrates and processed sugar, with less fibre, than those who do not eat fast food regularly. Junk food in these children's diets accounts for 187 extra calories per day, leading to 6 additional pounds of weight gain per year. Obesity increases the risk of cardiovascular disease, diabetes and many other chronic health conditions.

Such fast foods may be connected to depression and therefore the increase in doctors over prescribing opioids, the dangers of which are now only too well known. In contrast, diets that had vegetables, whole

effects against developing depression.

There are increased risks of becoming diabetic for adolescents and young adults due a lack of consideration by us parents in the overall lifestyle plan we should, as responsible adults, impose on our children. The easy fix of allowing one's child to spend way too much time on their iPhones, on video games and bingeing on McDonalds et al. By our accepting that our children live what is in effect a sedentary lifestyle is also a major contributor to the onset of diabetes. In a sense advances in technology and new gadgets make children less physically active, less sportive than bygone generations and thus nature's balance is 'thrown off' because of the easy and quick nature of life, our acceptance that our child 'keeps quiet' makes our life as parents easier. So we must share the bulk of the blame for the onset of diabetes in children. We consciously allow their addiction to their 'hand helds' whilst also acquiescing to their requests for junk foods from pizzas to burgers usually accompanied by a variety of sugary drinks that come almost free with such so called meals.

And, finally, we are helping increase the insistence of attention-deficit/hyperactivity disorder (ADHD) in our children, which was very recently reiterated in an exhaustive study published in the Journal of Clinical Psychiatry on May 23, 2018.

The fact is the prevalence of a variety of different types of diabetes is increasing worldwide. We must take corrective action for future generations before it's too late by reintroducing in our family value rules the concept of discipline, rationing our children's use of their electronic gadgetry whilst encouraging outside or inside healthy physical activities.

Source: Adapted from an article in "Centre for Research on Globalization"

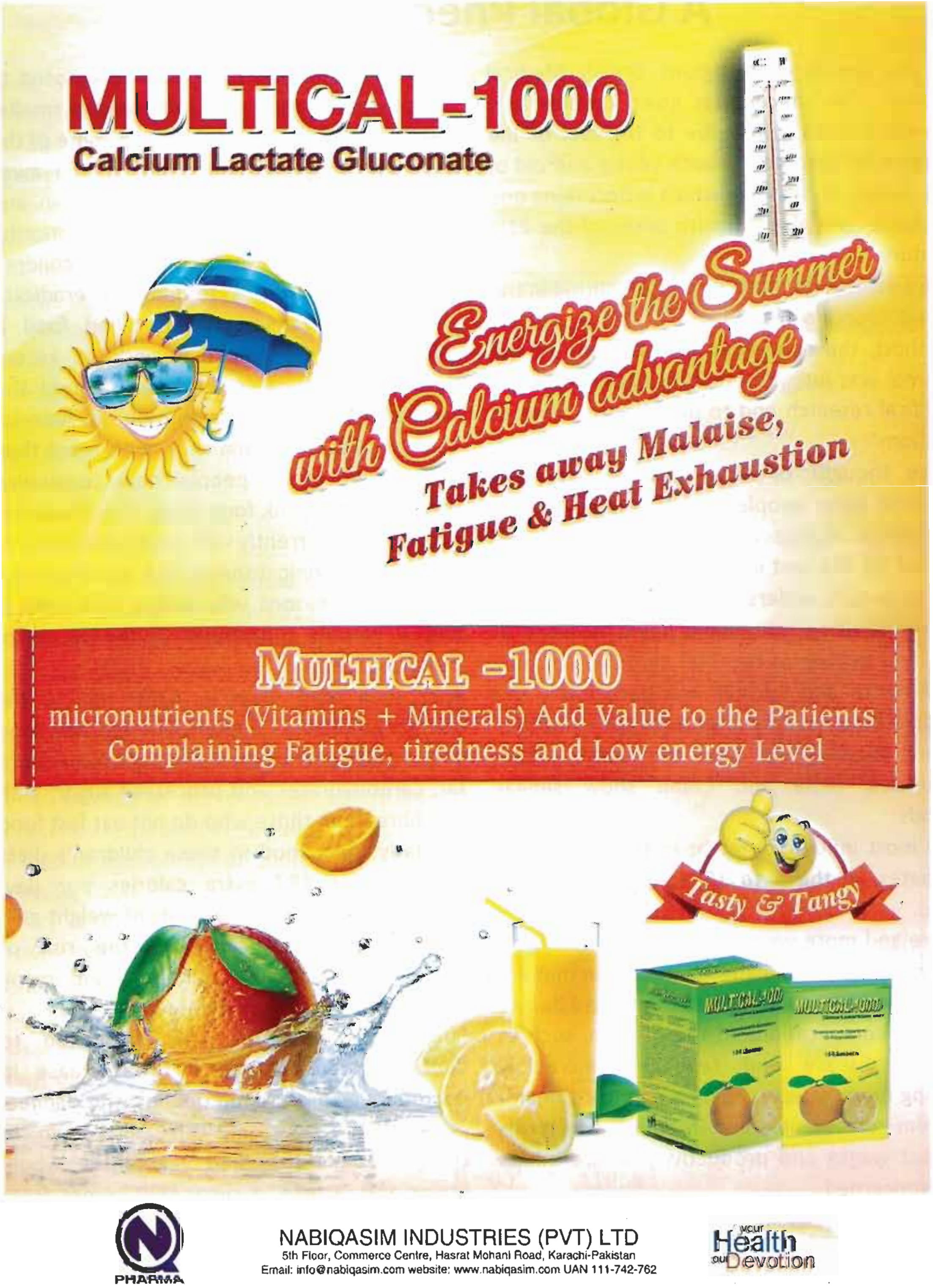
MULTICAL-1000
Calcium Lactate Gluconate
Energize the Summer with Calcium advantage
Takes away Malaise, Fatigue & Heat Exhaustion
MULTICAL -1000
micronutrients (Vitamins + Minerals) Add Value to the Patients
Complaining Fatigue, tiredness and Low energy Level
Tasty & Tangy
PHARMA
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
Your Health our Devotion